مقامِ حضرت عیسیٰؑ
اسلام کی نظر میں
تقابلی جائزہ
شیخ احمد دیدات
مترجم
بن یامین

Translation of

Christ in Islam

Ahmad Deedat

شیخ احمد دیدات

مترجم

بن یامین

Islamic Multimedia Library

Peshawar

مقامِ حضرت عیسیٰؑ ،اسلام کی نظر میں، تقابلی جائزہ

مصنف : شیخ احمد دیدات

مترجم : بن یامین

اشاعتِ اوّل : ۱۴۲۵ھ ۔ ۲۰۰۴ء
اہتمام : محمد مقیم الاسلام اخوندزادہ
سرورق : محمد نوید خان

ناشر : اسلامک ملٹی میڈیا لائبریری
۱۸۔خٹک پلازہ یونیورسٹی روڈ پشاور
فون:۰۳۰۰۔۵۹۷۷۱۶۴
Email: muqeemz@yahoo.com

قیمت : ۵۰ روپے

تقسیم کار:
ادارۂ اسلامیات
☆دیناناتھ مینشن، مال روڈ، لاہور فون:۷۳۲۴۴۱۲
☆۱۹۰۔انارکلی، لاہور فون:۷۳۵۳۲۵۵
☆موہن روڈ، چوک اردو بازار، کراچی فون:۷۷۲۲۴۰۱

فہرست مضامین

پیش لفظ

حضرت مسیحؑ اور کلیساء کے احکامات وتعلیمات میں واضح فرق ہونے کی وجہ سے آج کے عیسائی خصوصاً نوجوان کلیساء سے اس قدر بیزار ہیں کہ وہ ہر اس بات سے لاتعلق ہونا چاہتے ہیں جس میں کلیساء کی موجودگی کا معمولی سا بھی شائبہ ہو۔ وہ کلیساء کا انکار کرتے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ کلیساء ہی تمام مسائل کی جڑ ہے لیکن وہ مسیحؑ سے بے پناہ محبت رکھتے ہیں اور یہ بات ان پر صادق آتی ہے ''کلیساء کا دشمن مسیحؑ کا دوست''۔ ایسا کیوں ہے؟ ایسا اس لیے ہے کہ وہ کلیساء میں وہ تمام چیزیں نہیں دیکھ پاتے جو وہ حضرت مسیحؑ کے بارے میں جانتے ہیں۔

پچھلی صدی میں سائنس کی بدولت مختلف شعبہ ہائے زندگی میں بے پناہ ترقی ہوئی جس کی وجہ سے کلیساء کی گرفت عیسائی عوام پر کمزور پڑ گئی۔ سوچ اور فکری آزادی سے فائدہ لیتے ہوئے لوگوں نے بائبل کا تنقیدی جائزہ لیا تو انھیں کلیساء اور حضرت مسیحؑ کی تعلیمات میں واضح فرق نظر آیا۔ جس کی وجہ سے کلیساء پر تنقید کا آغاز ہوا جو اس سے پہلے ناممکن تھا۔ آج کا عیسائی بے قرار ہے اور بہت سی باتوں کا جواب چاہتا ہے۔

تیز رفتار ذرائع آمد ورفت نے جغرافیائی فاصلوں کو کم کیا جس کی وجہ سے دنیا میں بسنے والے لوگ ایک دوسرے کے قریب آئے اور اس طرح اسلام اور عیسائیت سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو ایک دوسرے کے مذاہب اور عقائد کو سمجھنے کا موقع ملا۔ عیسائی دنیا کے پیشوا حضرت مسیحؑ کے ماننے والوں کو صدیوں سے یہ باور کراتے آئے ہیں کہ مسلمان ''مسیح مخالف یعنی "Anti Christ" ہیں۔ یہ باتیں صدیوں تک کارگر رہیں اور عیسائی مسلمانوں کو اپنا دشمن ہی سمجھتے رہے۔

جناب احمد دیدات اس کتاب میں اپنے مخصوص انداز میں اس بات کی پُر زور تردید کرتے ہیں اور قرآنی آیات کو بطور ثبوت پیش کرتے ہوئے اس بات کی بھرپور وکالت کرتے ہیں کہ مسلمان مسیحؑ کے دشمن نہیں بلکہ انکے بے پناہ چاہنے والے ہیں۔ اُنھوں نے اس کتاب میں انتہائی استدلال سے اس منفی پراپیگنڈے کا مؤثر جواب دیا ہے۔

طالبانِ حق کیلئے یہ کتاب نئی راہیں کھولتی ہے اور مخالفین کو اپنا رویہ تبدیل کرنے کے ساتھ ساتھ حضرت مسیحؑ کے بارے میں مسلمانوں کا نقطہ نظر واضح کرتے ہوئے بائیبل سے بھی اس پر پُر زور دلائل پیش کرتی ہے۔ خود مسلمانوں کیلئے بھی یہ آنکھیں کھول دینے والی کتاب ہے۔ اسکے پڑھنے کے بعد مسلمانوں کی نہ صرف حضرت مسیحؑ کے بارے میں اپنے عقیدے کی بنیاد مضبوط ہوگی بلکہ وہ پہلے سے بھی بڑھ کر اُن کی تعظیم وتکریم کریں گے۔

باب:۱ حضرت عیسیٰؑ اور مسلم زاویہ نگاہ

SABC-TV پر "CROSS QUESTIONS" ایک پروگرام نشر ہوتا ہے جسکی 5 جون 1983ء کی نشریات میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے ایک پینل کے درمیان اسلام اور عیسائیت کے موضوع پر ایک مباحثہ کا اہتمام کیا گیا۔ اس مباحثہ کے اختتام پر پروگرام کے چیرمین Bill chalmers نے مباحثہ کو سمیٹتے ہوئے کہا:

''اس مباحثہ کے نتیجے میں میرے خیال میں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ مسلمانوں میں عیسائیت کے بانی کو قبول کرنے کی کسی قدر گنجائش موجود ہے بہ نسبت عیسائیوں کے بانی اسلام کو قبول کرنے کے۔'' ناظرین یہ بات اب ہم آپ پر چھوڑتے ہیں کہ آپ اس سے کیا مطلب نکالتے ہیں۔ لیکن میرے خیال میں یہ ایک خوش آئند بات ہے اور آپ سب اس سے متفق ہونگے کہ ہم مل بیٹھ کر باتیں کر رہے ہیں۔

بل بغیر کسی لگی لپٹی کے اپنے تمام پروگراموں میں تمام میزبانوں سے زیادہ دلکش شخصیت کا مالک اور انتہائی منکسر المزاج ہے۔ یہ ایک اچھے مسیحی کی جیتی جاگتی وہ تصویر ہے جو قرآن کھینچتا ہے۔

وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا	اور آپ پائینگے سب سے نزدیک محبت میں مسلمانوں سے
الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ط	ان لوگوں کو جو کہتے ہیں ہم نصاریٰ (1) ہیں

(1) نصاریٰ: کا مطلب صرف یہ نہیں کہ وہ اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے ہیں بلکہ وہ ایسے مخلص عیسائی ہیں جو مسلمانوں کی اچھائیوں کی قدردانی بھی کرتے ہیں۔ وہ کہیں گے یہ سچ ہے کہ ہم مسیحی ہیں لیکن ہم آپ کا نقطہ نظر سمجھتے ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ آپ ایک اچھے آدمی ہیں۔ وہ دل میں مسلمان ہی ہوتے ہیں اور ان کے لیبل جو بھی ہو۔

ذٰلِکَ بِاَنَّ مِنْھُمْ قِسِّیْسِیْنَ	یہ اسلئے کہ اُن میں عالم
وَ رُھْبَانًا	اور درویش ہیں۔
وَ اَنَّھُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ۔ ○	اور اس واسطے کہ وہ تکبر نہیں کرتے۔ (القرآن 85-5)

حضرت مسیحؑ اور ان کا مقام عالیشان:

اس پروگرام میں پینل پر موجود مسلمان کسی پالیسی عیاری، دغابازی یا ڈپلومیسی کے تحت ناظرین کا دل جیتنے کی کوشش کر رہے تھے۔نہیں نہیں، ایسی کوئی بات نہیں تھی۔وہ تو اُن کے سامنے صرف اللہ تعالیٰ کے احکامات صاف صاف بیان کر رہے تھے۔جن کا حکم اُنہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دیا ہے۔مسلمان ہونے کے ناطے ان کا اس کے سوا اور کوئی چارہ بھی نہیں تھا جس کا اقرار انہوں نے اس مباحثہ کے دوران کئی مرتبہ کیا۔

ہم مسلمان اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر تھے۔یہ کہ وہ ہی مسیح تھے جنکا یہودیوں سے وعدہ کیا گیا تھا۔ان کی پیدائش معجزاتی طور پر بن باپ کے ہوئی (جسکا اعتبار فی زمانہ کے اکثر عیسائیوں کو بھی نہیں)۔یہ کہ انہوں نے مُردوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ کیا۔اور یہ کہ اُنہوں نے مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے شفایاب کیا۔دراصل کوئی مسلمان اُس وقت تک مسلمان ہو ہی نہیں سکتا جب تک وہ حضرت مسیحؑ پر ایمان نہ رکھتا ہو۔

ایک خوش آئند حیرانی:

90% سے زیادہ لوگ جنہوں نے اس ٹی۔وی مباحثہ کو دیکھا ہوگا اُن کو اِن خوش آئند باتوں سے حیرانی کے ساتھ ساتھ شک بھی گزرا ہوگا کہ مسلمان اپنے ہم وطن عیسائیوں کو چلا رہے ہیں۔وہ گمان کرتے ہونگے کہ اگر مسلمان حضرت مسیحؑ کے بارے میں چند ایک اچھے الفاظ ادا کریں تو عیسائی بھی بمصداق من ترا حاجی بگویم تو مرا قاضی بگو، حضرت محمدؐ کے بارے میں بھی چند ایک اچھے خیالات کا اظہار کریں گے۔ایسا کرنا دھوکہ اور فریب

سے زیادہ کچھ نہ ہوتا۔

نفرت بوئی گئی:

ہم مسیحوں کے اس شک وشبے پر انہیں مُوردِ الزام نہیں ٹھہرا سکتے۔اُن کو صدیوں سے ایک خاص پروگرام کے تحت نفرت ہی سکھائی گئی ہے۔انہیں ایسی ٹریننگ دی گئی ہے کہ وہ حضرت محمدؐ اور اسلام کا جس قدر بُرا سوچ سکتے ہیں سوچیں۔تھامس کارلائل نے آج سے ڈیڑھ سوسال قبل اپنے مسیحی بھائیوں کے بارے میں کیا ہی خوب کہا تھا۔

"جھوٹ کے انبار جو بڑی مہارت اور ولولے سے اس شخص (یعنی حضرت محمدؐ) کے گرد لگائے گئے ہیں وہ صرف ہماری اپنی ہی تذلیل کرتے ہیں۔"

1200,000,000 مسیحوں کی اس قدر لاعلمی کے ہم مسلمان خود بھی کسی حد تک ذمہ دار ہیں۔کیونکہ ہم نے اپنے گردوپیش سے مکڑی کی طرح مہارت سے بُنے گئے اس جالے کو دور کرنے کی کوئی خاطر خواہ کوشش ہی نہیں کی۔

مسیحیوں کا سمندر:

جنوبی افریقہ مسیحیوں کا سمندر ہے۔جسطرح لیبیا افریقہ میں مسلمان اکثریت والا ملک ہے۔اسی طرح سے جنوبی افریقہ مسیحی اکثریت والا ملک ملکہ مسیحیت کا سمندر ہے۔مسلمان ریپبلک آف جنوبی افریقہ کی کل آبادی کا 2 فیصد ہیں۔جنکے ووٹ کی بھی کوئی اہمیت نہیں۔اور معیشت کے اعتبار سے اوپن ھیمر جیسا شخص سب کے سب مسلمانوں کو ایک لاٹ کے طور پر خرید سکتا ہے۔

تو کیا ایسے حالات میں ہم یہ بہانہ تلاش کر کے کہ یہاں ہماری اکثریت نہیں اپنے دل کو اطمینان دے کر ایک طرف آرام سے خاموش بیٹھ جائیں اور کچھ بھی نہ کریں؟ نہیں۔ہمیں یقیناً اپنے رب کی مرضی پر چلنا ہوگا اور

اُسکے حکموں کو علی الاعلان بیان کرنا ہوگا بلکہ سچائی کا ڈنڈھورا پیٹنا ہوگا۔ چاہے ہم اسے پسند کریں یا نہ کریں۔ حضرت مسیحؑ کے الفاظ کے مطابق

"اور سچائی سے واقف ہوگے اور سچائی تمہیں آزاد کرے گی"۔ (یوحنا 32:8)

WWW. DEENEKHALIS. COM

WWW. RAHEHAQ. COM

WWW. ESNIPS. COM/USER/TRUEMASLAK

باب ۲: حضرت عیسیٰؑ قرآن کی روشنی میں

مسیحی بے خبر:

مسیحی حضرات اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ مسلمان حضرت مسیحؑ اور بی بی مریمؑ سے ہمیشہ جو ولولہ انگیز محبت کا اظہار کرتے آئے ہیں اس کا منبع قرآن حکیم ہی ہے۔ مسیحی یہ بھی نہیں جانتے کہ مسلمان مسیحؑ کا نام زبان پر لانے سے پہلے حضرت اور بعد میں علیہ السلام کا اضافہ کرتے ہیں۔ اور جو مسلمان بھی حضرت مسیحؑ کا نام ان مؤدبانہ الفاظ کے بغیر ادا کرتا ہے اُسے گستاخ سمجھا جاتا ہے۔ عیسائیوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ قرآن مجید میں حضرت مسیحؑ کا نام حضرت محمدؐ کے نام مبارک سے پانچ گُنا زیادہ مرتبہ مذکور ہے یعنی حضرت مسیحؑ کا نام (25) مرتبہ اور حضرت محمدؐ کا نام (5) مرتبہ۔ مثال کے طور پر:

وَ اٰتَینَا عِیسَی ابنَ مَریَمَ البَیِّنٰتِ	اور دیئے ہم نے عیسیٰ ابنِ مریم کو معجزے
وَاَیَّدنٰهُ بِرُوحِ القُدُسِ ط	اور قوت دی اسکو رُوح پاک سے

(القرآن 2 آیت 87)

یٰمَریَمُ اِنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنهُ	اے مریم بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو بشارت دیتے ہیں ایک کلمہ کی جو منجانب اللہ ہوگا۔
اِسمُهُ المَسِیحُ عِیسَی ابنُ مَریَمَ	اس کا نام (لقب) مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا۔

(آل عمران آیت 45)

اِنَّمَا المَسِیحُ عِیسَی ابنُ مَریَمَ رَسُولُ اللّٰهِ	مسیح عیسیٰ ابنِ مریم تو اور کچھ نہیں البتہ اللہ کے رسول ہیں۔

(النساء 171)

وَقَفَّیۡنَا عَلٰۤی اٰثَارِھِمۡ بِعِیۡسَی ابۡنِ مَرۡیَمَ — اور ہم نے اُن کے پیچھے عیسیٰ ابن مریم کو اس حالت میں بھیجا

(المایدہ 46)

وَزَکَرِیَّا وَ یَحۡیٰی وَ عِیۡسٰی وَ اِلۡیَاسَ ط — اور ذکریا اور یحییٰ کو اور عیسیٰ کو اور الیاس کو

وَ کُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِیۡنَ ٥ — (اور یہ) سب صالحین لوگوں میں سے تھے۔

(الانعام 85)

مسیحؑ اور اُن کے القابات قرآن میں:

اگر چہ قرآن میں حضرت عیسیٰ کا (25) مرتبہ براہِ راست نام مذکور ہے لیکن اس کے علاوہ بھی قرآن مجید میں انہیں کئی ایک مؤدبانہ القابات بھی دیئے گئے ہیں۔ مثلاً ابنِ مریم (بمعنی مریم کا بیٹا)۔ مسیحؑ (عبرانی مسایا)۔ جسکا انگریزی میں کرائسٹ ترجمہ کیا گیا۔ 'عبداللہ' (اللہ کا بندہ یا خادم)۔ رسول اللہ (اللہ کا پیغمبر)۔
اِس کے علاوہ قرآن مجید میں اُن کو کلمۃ اللہ، خدا کی رُوح اور خدا کی نشانی جیسے کئی اور پیارے القابات سے بھی یاد کیا گیا اور جن کا ذکر قرآن مجید کی پندرہ سورتوں پر محیط ہے۔ قرآن مجید نے اللہ تعالیٰ کے اس جلیل القدر پیغمبر کا ذکر انتہائی مؤدبانہ انداز سے کیا ہے۔ اسی وجہ سے مسلمان پچھلے چودہ سو سال سے اُن کے اس بلند پایہ مقام کی قدر و منزلت کرتے چلے آئے ہیں۔ اور اُن سے بھولے سے بھی اس میں کوئی کمی سرزد نہیں ہوئی ہے۔ سارے قرآن مجید میں کوئی ایک لفظ، جملہ یا مقام بھی ایسا نہیں جس سے اللہ تعالیٰ کے اس جلیل القدر پیغمبر کی تحقیر ہوتی ہو۔ اور جسے ایک حاسد ترین عیسائی بھی قابل اعتراض سمجھتا ہو۔

یسوع (عیسیٰ) کی لاطینی شکل جیزز (Jesus):

قرآن مجید میں حضرت مسیحؑ کا کثرت سے جو نام استعمال ہوا ہے وہ عیسیٰ ہے۔ کیونکہ یہ ہی آپ کا عبرانی نام تھا۔ حقیقتاً اُن کا اپنا نام عیسیٰ (عربی) اور یسوع (عبرانی) اور یسوعا (رومن) تھا جسے مغرب کے عیسائیوں نے بدل

کر لاطینی طرز پر جیزز رکھ لیا۔ لفظ جیزز (Jesus) میں نہ تو (J) اور نہ ہی آخری (s) کا وجود اصلی زبانوں میں کہیں ملتا ہے۔ اور نہ ہی سامی زبانوں میں اس کا کہیں ذکر موجود ہے۔

یہ لفظ ایک عام یہودی نام یسوع "ESAU" ہے۔ جسکا ذکر صرف بائبل کی پہلی کتاب پیدائش میں ساٹھ مرتبہ سے زیادہ موجود ہے۔ یہودیوں کی مجلس عالی کے سامنے (حضرت مسیحؑ کے مقدمے کی سماعت کے دوران کم از کم ایک) یسوع وہاں بینچ پر بیٹھا ہوا تھا۔ ایک یہودی تاریخ دان جوزفس نے اپنی کتاب "Book of Antiques" میں تقریباً (25) یسوعوں کا ذکر کیا ہے۔ عہد نامہ جدید کی کتاب اعمال کے باب 13 اور آیت نمبر 6 میں بریسوع یہودی جادوگر اور جھوٹے نبی کا ذکر موجود ہے۔ اسی طرح کلیسیوں کے نام پولس رسول کے خط باب 4 کی آیت نمبر 11 پولس کے ہم عصر یسوع یوسٹس کا ذکر موجود ہے۔ یہ یسوع جنکی مثالیں دی گئیں ہیں کو یسوع بن مریم سے مختلف بنا دیا گیا۔ یعنی "ESAU" کو "JESUS" بنا کر۔ یہ نام عیسائیوں اور یہودیوں میں اب غیر مستعمل ہو گیا ہے۔ یہودیوں میں بدنامی کی بدولت جو اس نے یہودی قوم کی روایات سے کی اور عیسائیوں میں اس لئے کہ یہ ان کے خدائے مجسم کا نام قرار پایا ہے۔ ہم مسلمانوں کو اپنے بیٹے کا نام عیسیٰ رکھنے میں کسی قسم کی ہچکچاہٹ مانع نہیں کیونکہ یہ ہمارے نزدیک خدا کے ایک جلیل القدر پیغمبر کا نام ہے۔

بہت سے حوالہ جات:

قرآن مجید کے سب سے مشہور انگریزی ترجمہ جسے جناب عبداللہ یوسف علی نے کیا کے آخر میں ایک نہایت جامع فہرست مضامین موجود ہے۔ جسکو ٹٹولتے ہوئے جب آپ اس کے صفحہ نمبر 1837 پر پہنچیں گے تو آپ کو حضرت عیسیٰ کے بارے میں بہت سے حوالہ جات ملیں گے۔

حضرت مسیحؑ

مسیحؑ ایک جلیل القدر پیغمبر   vi 85

پیدائش	iii, 45-47; xix.22-33;
اسرائیل کا نبی	iii. 49-51;
حواری	iii. 52-53; v.114-118;
اُٹھائے گئے	iii. 55-58; iv.157-159;
آدم کی طرح	iii. 59;
مصلوب نہیں ہوئے	iv. 157;
نبی سے زیادہ کچھ نہیں	iv. 171;v.78 Xlii 59;63-64;
پیغام اور معجزات	v. 113; xix 30-33;
خدا نہیں	v. 19,75;
انجیل کے ساتھ بھیجا	v. 49;
ابن اللہ نہیں	ix. 30;
کھانا کھانے کی میز پر دعا کرنا	v. 117;
کوئی جھوٹی بات نہیں بتائی	v.119-121;
حواری اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں	v. 114;
محدود مشن	n. 1861 to xii. 38;
ماننے والے خداترس ورحمدل	lvii. 27;
حواری خدا کی طرف سے مددگار	lxi. 14;
نشانی	xxiii.50; xliii 61;
احمد کے متعلق پیشن گوئی	lxi. 6;

باب:۳ حضرت مریمؑ قرآن کی روشنی میں

حضرت مریمؑ کا وقار:

اُوپر دیئے گئے عنوانات میں نمبر 2 پیدائش مسیحؑ کا ذکر قرآن مجید میں دو جگہوں پر سورۃ نمبر 3 اور سورۃ نمبر 19 میں ملتا ہے۔ عبداللہ یوسف علی کے انگریزی ترجمے کے صفحہ نمبر 134 پر ہمیں پیدائش مسیحؑ کے تحت یہ ذکر ملتا ہے۔ جس سے آپ اُنکے اُس مقام عالیشان کا جو اُنکو اسلام میں حاصل ہے بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ حضرت مسیحؑ کے اعلانِ پیدائش سے قبل مندرجہ ذیل الفاظ ملتے ہیں:

وَ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِکَۃُ یٰمَرْیَمُ — اور (وقت قابلِ ذکر ہے) جبکہ فرشتوں نے کہا اے مریم

اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰکِ وَ طَھَّرَکِ — بلاشک اللہ تعالیٰ نے آپ کو منتخب (یعنی مقبول) فرمایا ہے اور پاک بنایا ہے۔

وَ اصْطَفٰکِ عَلٰی نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ — اور تمام جہاں بھر کی بیبیوں کے مقابلے میں منتخب فرمایا ہے۔

(القرآن 42:3)[2]

اور تمام جہاں بھر کی بیبیوں میں منتخب فرمایا ہے۔ ایسا بلند پایہ مقام اور عزت حضرت مریمؑ کو عیسائیوں کی کتاب بائبل میں بھی حاصل نہیں۔ بیان جاری ہے۔

2: میں اس بات پر زور دیتا ہوں کہ اس آیت کو بمعہ ترجمہ حفظ کرلیں۔ آپ کو اسکے استعمال کے بہت زیادہ مواقع ملیں گے۔ اب وقت آگیا ہے کہ ہم اسلام کی خدمت کا ذمہ خود لیں کیا آپ اسلام کے لئے اتنا بھی نہیں کرسکتے؟

يٰمَرْيَمُ اقْنُتِىْ لِرَبِّكَ	اے مریم اطاعت کرتی رہو اپنے رب کی
وَاسْجُدِىْ وَارْكَعِىْ مَعَ الرّٰاكِعِيْنَ	اور سجدہ کیا کرو اُن لوگوں کے ساتھ جو رجوع کرنے والے ہیں۔

وحی آسمانی:

ان خوبصورت بلند پایہ آیات جنکی تلاوت اگر عربی زبان میں کی جائیں تو از حد خوشی و مسرت سے کسی انسان کو اپنے دل پر قابو رکھنا مشکل ہو جائے گا اور بے اختیار آنسو نکلنا محال نہ ہوگا۔ اس کا منبع کہاں ہے؟

ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ	یہ خبریں ہیں غیب کی
نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ	جو ہم وحی کر رہے ہیں آپکی طرف
وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ	اور آپ نہیں تھے اُنکے پاس
اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ	جب وہ (قرعہ کے طور پر) پھینک رہے تھے اپنی قلمیں
اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ص	کہ کون کفیل ہو مریم کا
وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ	اور آپ نہیں تھے اُن کے پاس جب وہ (باہم) جھگڑ رہے تھے۔

پیدائشِ مریمؑ

کہانی یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی نانی 'حنا' بانجھ تھیں۔ اُنہوں نے اللہ تعالیٰ سے صدقِ دل سے گڑگڑا کر دُعا کی کہ اگر اللہ تعالیٰ انہیں کوئی بچہ عنایت کردے تو وہ اُسے اللہ تعالیٰ کے حضور ہیکل (مقدس) کی خدمت کیلئے وقف کردینگی۔

خلافِ توقع:

اللہ تعالیٰ نے ان کی فریاد سُن لی اور حضرت مریمؑ پیدا ہوئیں۔ جس سے وہ قدرے مایوس تھیں کیونکہ اُنکی دلی آرزو تھی کہ بچہ پیدا ہو۔ لیکن لڑکے کی بجائے لڑکی پیدا ہوئی اور لڑکی کسی بھی طرح لڑکے جیسی نہیں ہوتی۔ اب اُنہیں کیا کرنا چاہیے؟ اُنہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کر رکھا تھا۔ انھوں نے اس وقت تک انتظار کیا جب یہ لڑکی (بی بی مریم) اپنے آپ کو سنبھالنے کی عمر تک پہنچ گئیں۔

تو حنا انہیں (بی بی مریم) کو ہیکل لے گئیں تا کہ انہیں مقدس کی خدمت کیلئے وقف کر دیں۔ تمام کاہن اس بات پر جھگڑ رہے تھے۔ ہر کوئی چاہتا تھا کہ اس خوبصورت بچی کا سرپرست بنے۔ انہوں نے اس بچی کی سرپرستی کے لئے تیروں سے قرعہ ڈالا جیسے کہ ہم سکے سے ٹاس کرتے ہیں۔ آخر کار کافی جھگڑوں وغیرہ کے بعد وہ حضرت ذکریاؑ کی سرپرستی میں آئیں۔

حضرت محمدؐ کے اس پیغام کا منبع:

یہ تھی کہانی لیکن حضرت محمدؐ کو یہ سب کچھ کہاں سے معلوم ہو؟ وہ تو لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ وہ تو اُمی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے ذریعے ہی اس کا جواب دیا۔ کہ یہ تمام غیب کی باتیں ہیں جو وحی کے ذریعے آپ پر القا کی گئیں۔ لیکن رسم پرست، پابندِ روایت لوگ کہتے ہیں کہ یہ سب باتیں حضرت محمدؐ کی اپنی گھڑی ہوئی ہیں۔ انہوں نے ان کو یہودیوں اور عیسائیوں کی کتابوں سے نقل کر کے یہ نقلی دستاویز تیار کی ہے۔

ہمارا ایمان ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی الہامی کتاب ہے اور کسی شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ لیکن اسکے باوجود بھی حضرت محمدؐ کے دشمنوں کیساتھ جو یہ کہتے ہیں کہ یہ اُنکی دستکاری ہے ہم بات کو آگے بڑھانے کیلئے وقتی طور پر متفق ہو جاتے ہیں۔ لیکن ہم اُن لوگوں سے جو حضرت محمدؐ پر ایمان نہیں لاتے کسی قدر تعاون کی توقع رکھتے ہیں۔

ان سے پوچھیں کہ انہیں اس بات میں کوئی شک یا شبہ ہے کہ محمدؐ عرب تھے؟ ہٹ دھرم کے علاوہ سب ہی اس بات سے اتفاق کرینگے کہ حضرت محمدؐ عربی تھے۔ لیکن اگر ایسا کوئی شخص آپ کو ملے جو کہ ہٹ دھرم ہو اور یہ بات ماننے کو تیار نہ ہو تو بحث چھوڑ کر کتاب بند کر دیں لیکن معقول شخص جو اس بات سے اتفاق رکھتا ہو اُس سے ہم بحث کو اسطرح آگے بڑھائیں گے۔ کہ حضرت محمدؐ ایک عرب ہونے کے ناطے سب سے پہلے عربوں ہی سے محو گفتگو تھے۔ نہ کہ کسی انڈین، چینی یا نائیجیرین مسلمان سے۔ وہ اپنے ہی لوگوں (عربوں) سے مخاطب تھے۔ چاہے وہ اُن کی بات سے متفق ہوں یا نہ ہوں۔ وہ انہیں انتہائی واضح وہ غیر مبہم الفاظ میں چاہے انکے سننے والوں کے دلوں اور دماغوں پر انتہائی ناگواری ہی کیوں نہ گزرے بتا رہے ہیں کہ مریم حضرت یسوعؑ کی ماں (ایک یہودن) کو اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا کی عورتوں میں بلند پایہ مقام کیلئے چُنا تھا۔ کیا کوئی اس کی وضاحت کرنے کی زحمت گوارا کریگا؟ کیونکہ ہر ایک کے لئے اپنی ماں یا بیوی یا بیٹی کا درجہ دوسری عورتوں سے پہلے آتا ہے۔ کیوں پیغمبر اسلامؐ اپنے مخالفین کی عورت کا اس قدر بلند پایہ مقام بتا رہے ہیں؟ اور پھر ایک یہودن کا۔ یہودی گزشتہ تین ہزار سالوں سے اپنے عرب بھائیوں کو نیچ سمجھتے آئے تھے۔ جیسا کہ وہ آج بھی انہیں سمجھتے ہیں۔

بی بی سارا اور بی بی ہاجرہ:

یہودیوں نے اپنی نسلی برتری کا یہ درس اپنی مقدس کتاب بائبل ہی سے حاصل کیا ہے۔ بائبل ہی اُنہیں بتاتی ہے کہ اُنکے باپ ابراہیمؑ کی دو بیویاں تھیں۔ ایک کا نام سارا اور دوسری کا ہاجرہ تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ عرب ابراہیمؑ کی باضابطہ طور پر نکاح شدہ بیوی سارا کی اولاد نہیں۔ بلکہ اُنکی لونڈی ہاجرہ کی اولاد ہیں۔ اور عرب اسی وجہ سے یہودیوں سے نسلی طور پر کمتر ہیں۔ (ہاجرہ مصر کی شہزادی تھیں نہ کہ کنیز۔ میں اس بات کا منطقی ثبوت میں اپنی کتاب The Pros and Cons of Israel میں پیش کرونگا۔ انشاءاللہ)۔

کیا کوئی اس بات کا جواب دے سکتا ہے کہ اگر حضرت محمدؐ ہی قرآن کے مصنف ہیں تو اُنہوں نے اس یہودن کیلئے اس قدر بلند مقام کیوں تجویز کیا ہے؟ کیا اس کا کوئی جواب ہے کسی کے پاس؟ جواب بہت آسان ہے۔ اُن کے پاس اور کوئی راستہ نہ تھا۔ انہیں اپنی خواہش کے اظہار کا کوئی حق حاصل نہ تھا۔ یہ تو حکم ہے بھیجا ہوا۔
(القرآن 53 :4)

سورۃ مریم:

قرآن مجید کا پورا ایک باب سورۃ مریم حضرت مسیحؑ کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی مریمؑ کے نام سے منسوب ہے۔ ایسا بلند پایہ مقام بی بی مریمؑ کو بائبل میں بھی حاصل نہیں ہے۔ رومن کیتھولک کی 73 اور پروٹسٹنٹ کی 66 کتابوں میں سے ایک کتاب بھی ایسی نہیں جسکا نام بی بی مریمؑ یا اُنکے بیٹے حضرت یسوعؑ کے نام سے منسوب ہو۔ آپکو اس کتاب (بائبل) میں متی، مرقس، لوقا، یوحنا، پطرس، پولوس اور ایسے ہی بیسیوں گمنام ناموں سے منسوب کتابیں تو ملیں گی۔ لیکن کوئی ایک واحد کتاب بھی ایسی نہیں جسکا نام حضرت عیسیٰؑ یا اُنکی والدہ بی بی مریمؑ کے نام سے منسوب ہو۔ اگر حضرت محمدؐ اس کتاب کے مصنف ہوتے تو یہ کیسے ممکن ہوا کہ بی بی مریمؑ (حضرت عیسیٰؑ کی والدہ) کے نام کے ساتھ اپنی والدہ آمنہ، بیوی خدیجہ یا بیٹی فاطمہ کا نام شامل کرنا بھول گئے۔ لیکن نہیں۔ نہیں۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کیونکہ قرآن مجید اُنکے ہاتھ سے گھڑی ہوئی کوئی شے نہیں ہے۔

باب:۴ قرآنی بشارتیں اور حضرت مسیحؑ

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ	اور (وہ وقت قابلِ ذکر ہے) جب فرشتوں نہ کہا اے مریم
اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ق صلے	بے شک اللہ تم کو بشارت دیتا ہے۔کلمہ کی جو منجانب اللہ ہوگا
اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ	اسکا نام (ولقب) مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا
وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ	باآبرو ہونگے دنیا میں اور آخرت میں
وَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝	اور منجملہ مقربین کے ہونگے (القرآن 45:3)

''مقربین میں سے ہونگے'' جسمانی لحاظ سے نہیں اور نہ ہی طبعی یا جغرافیائی اعتبار سے بلکہ روحانی اعتبار سے۔ اس آیت کا موازنہ مرقس کے باب 16 کی آیت نمبر 19 سے کریں اور ''خدا کے داہنی طرف بیٹھ گیا''۔تمام کی تمام مسیحی دنیا نے مرقس کی اس آیت اور اُس کے ساتھ ہی ساتھ بائیبل کی اور بہت سی آیتوں کا مطلب بالکل ہی غلط سمجھا ہے۔ان کے خیال میں باپ (خدا) کسی جلالی کرسی پر جلوہ افروز ہے اور بیٹا (یسوعؑ) اُس کے داہنی طرف تشریف فرما ہے کیا آپ ایسی بھوت پریت والی تصویر کا تصور کر سکتے ہیں اگر ہاں تو پھر آپ اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں گمراہی میں پڑ گئے ہیں۔خدا آپ کی کرسمس کا بوڑھا بابا نہیں ہے، وہ غیر مادی ہے۔ انسانی تصور کے احاطہ سے باہر۔وہ موجود ہے۔خالص اور یقینی۔لیکن وہ وہ نہیں ہے جسکا ہمارا تصور احاطہ کر سکے یا جسکو ہم سوچ سکیں۔مشرقی زبانوں میں داہنی طرف کا مطلب ہوتا ہے بلند مرتبہ۔جس کو قرآن مجید نے کیا ہی خوب الفاظ میں بیان کیا ہے۔اُس ٹولی میں سے ہونگے جو کہ اللہ تعالیٰ کے مقرّبین ہونگے۔

یہ آیت اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ ہی مسیح اور کلمۃ اللہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے بی بی مریمؑ کو عطا کیا۔مسیحی کلمۃ اللہ کے وہ معنی نکالتے ہیں جو اس کے نہیں نکلتے۔وہ لفظِ کلمۃ اللہ (مسیحؑ) کو خدائے مجسم کے تصور

سے ذات اللہ کے برابر قرار دیتے ہیں۔

مسیح نام نہیں ہے:

لفظ مسیح عبرانی لفظ مسایا (Messiah) سے نکلا ہے۔ عربی میں اسکے لئے مسیح مستعمل ہے۔ وہ لفظ جس سے یہ لفظ نکلا ہے مساھا ہے جسکا مطلب ہے ملنا یا مساج کرنا۔ چُنا۔ بادشاہ اور مذہبی رہنما جب اپنا عہدہ سنبھالتے تھے تو وہ چنے ہوئے ہوتے تھے۔ لفظ یونانی طرز کرائسٹ منفرد لگتا ہے کیونکہ یہ صرف حضرت مسیحؑ ہی کیلئے مخصوص ہے۔ عیسائیوں کا ایک انوکھا ہی انداز ہے وہ ناموں کا بھی اپنی زبانوں میں ترجمہ کر لیتے ہیں مثلاً سیپا کو پطرس اور (اُنکی اس کارستانی کے مزید نمونے دیکھنے کیلئے میری کاوش

Muhammad (PBUH) The Natural Successor To Christ (PBUH) پڑھیے)

مسایا کو کرائسٹ وہ یہ سب کچھ کیسے کرتے ہیں؟ نہایت آسان۔ عبرانی لفظ مسایا کا مطلب ہے۔ چُنا ہوا۔ یونانی میں چُنے ہوئے کیلئے لفظ ہے کرسٹوس (CHRISTOS)۔ لفظ (CHRISTOS) کے آخر میں OS ہٹا دیں تو جو لفظ بچے گا وہ ہوگا۔ (CHRIST) کرائسٹ۔ اب کرائسٹ کے چھوٹے "c" کو بڑے "C" میں تبدیل کر دیں تو لیجئے۔ ہاہا ایک منفرد (؟) نام! اور اُنکی مذہبی اصلاحات میں لفظ (CHRISTOS) کرسٹوس کا مطلب ہوتا ہے (چنا ہوا) منتخب کیا گیا۔ حضرت یسوعؑ حضرت یحییٰؑ کے ہاتھوں بپتسمہ لیتے وقت اللہ تعالیٰ کے پیغمبر چُنے گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ہر پیغمبر اللہ تعالیٰ کی طرف سے چُنا یا منتخب کیا ہوا ہی ہوتا ہے۔ اور کتاب مقدس (بائبل) ایسے چُنے ہوؤں سے بھری پڑی ہے۔ عبرانی میں ان چنے ہوؤں کیلئے لفظ مسایا استعمال ہوتا ہے۔ آیئے کہ ہم انگریزی لفظ ANOINTED یعنی چنا ہوا جو کہ عبرانی مسایا کا ترجمہ ہے ہی کو لیں تو ہمیں اس کتاب مقدس میں نہ صرف مذہبی رہنما اور بادشاہ چنے ہوئے ملیں گے بلکہ اُن کے ساتھ ہی ساتھ نرسنگھے، فرشتے اور شمع دان تک بھی (CHRISTOS) ملیں گے۔

میں بیت ایل کا خدا ہوں جہاں تو نے ستون پر تیل ڈالا۔۔۔۔۔۔۔(مسح کیا) (پیدائش 13:31)

اگر کاہن ممسوح ایسی خطا کرے (احبار 3:4)

اور موسیٰ نے مسح کرنے کا تیل لیا اور مسکن کو اور جو کچھ اس میں تھا۔ (احبار 10:8)

خداوند اپنے ممسوح کے سینگ کو بلند کریگا۔ (اسموئیل 10:2)

خدا نے اپنے ممسوح خورس کے حق میں یوں فرمایا ہے۔ (یسعیاہ 1:45)

تو ممسوح کروبی تھا....... (حزقی ایل 14:28)

اس قسم کے سو حوالا جات ہولی بائبل میں موجود ہیں۔ جب بھی اپ کو بائبل میں لفظ مسح یا ممسوح ملے تو آپ سمجھ لیں کہ اس کیلئے یونانی میں لفظ (CHRISTOS) کرسٹوس ہوگا۔ تو جسطرح عیسائیوں نے لفظ CHRIST کے ساتھ آزادی برتی اسی طرح آزادی سے کام لیتے ہوئے ہم کرائسٹ فرشتے۔ کرائسٹ خورس، کرائسٹ پادری اور کرائسٹ پلر (Pillar) کا استعمال کر سکتے ہیں۔

چند القابات مخصوص ہوتے ہیں:

گو کہ اللہ تعالیٰ کا ہر پیغمبر چنا ہوا یا ممسوح ہوتا ہے۔ لیکن لفظ مسیح یا مسایا جسکا یونانی ترجمہ کرائسٹ ہے اسلام اور عیسائیت دونوں میں حضرت مسیحؑ ابن مریم کیلئے مخصوص ہے۔ اسی قسم کے اور بھی بہت سے تعظیمی القابات ہیں جو کہ تمام پیغمبروں کیلئے استعمال ہو سکتے ہیں۔ لیکن انہیں کسی ایک شخصیت کیلئے مخصوص کر دیا گیا ہے۔☆ مثلاً رسول اللہ جسکا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کا پیغمبر۔ حضرت موسیٰؑ (51:19) اور حضرت عیسیٰؑ (6:61) کیلئے قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے۔ لیکن پھر بھی لفظ رسول اللہ دنیائے اسلام میں حضرت محمدؐ کے اسم گرامی کے ساتھ مخصوص ہے۔

ہر ایک پیغمبر یقیناً اللہ تعالیٰ کا دوست ہوتا ہے۔ لیکن خلیل اللہ حضرت ابراہیمؑ کے لئے مخصوص ہے۔ اس کا یہ

مطلب نہیں نکلتا کہ باقی پیغمبر اللہ تعالٰی کے دوست نہ تھے۔ کلیم اللہ (اللہ تعالٰی سے کلام کرنے والا) موسٰیؑ کے علاوہ کسی دوسرے پیغمبر کیلئے استعمال نہیں ہوا۔ لیکن یہ بھی ہمارے ایمان کا حصہ ہے کہ اللہ تعالٰی تمام پیغمبروں سے ہم کلام ہوئے بشمول حضرت عیسٰیؑ اور حضرت محمدؐ کے۔ کسی لقب کا کسی شخصیت کے لیے مخصوص ہونا اُس شخصیت کو کسی بھی طرح عجیب وغریب اور الگ تھلگ نہیں بنا دیتا۔ ہم تمام کے تمام پیغمبروں کی تعظیم کرتے ہیں چاہے ان کا نام اور لقب جو بھی ہو۔

قرآن کی سورۃ نمبر 3 کی آیت نمبر 45 میں حضرت مریمؑ کو اُنکے ہونے والے بچے کی بشارت میں انکا نام عیسٰیؑ بتایا گیا اور وہ ہی مسیحؑ اور کلمۃ اللہ ہوں گے۔ اور یہ کہ۔

وَيُكَلِّمُ النَّاسَ	اور آدمیوں سے کلام کریگا
فِي الْمَهْدِ وَ كَهْلاً	گہوارہ میں اور بڑی عمر میں
وَ مِنَ الصَّالِحِيْنَ٥	اور شائستہ لوگوں میں سے ہونگے (القرآن 46:3)

یہ پیشنگوئی جلد ہی پوری ہوتی نظر آتی ہے اور ہمیں سورۃ مریم میں یہ الفاظ ملتے ہیں۔

فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ط	پھر وہ اُن کو گود میں لئے اپنی قوم کے پاس آئیں
قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا ٥	لوگوں نے کہا اے مریم تو نے بڑے غضب کا کام کیا
يٰاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ	اے ہارون کی بہن تمہارے باپ کوئی بُرے آدمی نہ تھے
وَّ مَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا٥ج صلے	اور نہ تمہاری ماں بدکار تھیں (القرآن 19 :27-28)

یہودی حیران:

یہاں کوئی یوسف بڑھئی نہیں ہے۔ بی بی مریمؑ (حضرت عیسٰیؑ کی والدہ ماجدہ) اُن مخصوص حالات میں کسی دور کی جگہ پر گوشہ نشین ہو جاتی ہیں۔ (القرآن 16:19) اور بچے کی پیدائش کے بعد واپس آتی ہیں۔ لوگوں کی حیرانی

کی کوئی انتہا نہ تھی۔ وہ اپنے لوگوں میں سے کچھ وقت کیلئے غائب ہوگئی تھیں اور اب بچہ گود میں اُٹھائے بغیر کسی ندامت کے خراماں خراماں چلی آرہی تھیں۔ وہ اُنکا جس قدر بُرا سوچ سکتے تھے، سوچ رہے تھے۔ انہوں نے ہارون کے گھرانے جو تقوٰی اور پرہیزگاری میں یگانۂ روزگار تھا کس طرح اُسکی عزت کو خاک میں ملا دیا تھا۔ ہارون کی بہن! انہیں اُن کی خاندانی وقار اور اُنکے والدین کا تقوٰی و شرافت کا بلند مقام یاد دلا کر اُن سے کہا جا رہا تھا کہ اُنہوں نے اپنے آباؤ اجداد کی شرافت کو کس طرح خاک میں ملا دیا تھا۔

حضرت مریمؑ کیا کرسکتی تھیں؟ وہ اسکی وضاحت کیسے کرسکتی تھیں؟ کیا اُن میں سے کوئی ایسے حالات میں اُنکی کوئی وضاحت سننے کو تیار تھا؟ ایسے حالات میں وہ جو کچھ کرسکتیں تھیں وہ یہ تھا کہ اس بچے کی طرف اشارہ کرتیں جو انہیں معلوم تھا کہ ایک منفرد بچہ ہے۔ اور بچہ بڑھا اُنہیں بچانے۔ معجزاتی طور پر اپنی ماں کے دفاع میں بول اُٹھا۔ اور اُن لوگوں سے یوں گویا ہوا۔

(عبداللہ یوسف علی کے ترجمہ میں نوٹ: 2480-2282 صفحہ 773)

فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ قَالُوْ ط	(مریمؑ نے) بچے کی طرف اشارہ کیا سب کہنے لگے
كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِى الْمَهْدِ صَبِيًّا ط	لو ہم گود کے بچے سے باتیں کیسے کریں
(اور معجزاتی طور پر)	
قَالَ اِنِّىْ عَبْدُ اللّٰهِ قف ط	(بچہ) بول اُٹھا کہ میں اللہ تعالٰی کا بندہ ہوں
اٰتٰنِىَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِىْ نَبِيًّا o	اُس نے مجھے کتاب عطا فرمائی اور مجھے اپنا پیغمبر بنایا
وَجَعَلَنِىْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ص	اور اس نے مجھے بابرکت کیا اور جہاں بھی میں ہوں
وَاَوْصٰنِىْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ	اور اُس نے مجھے نماز اور زکواۃ کا حکم دیا
مَا دُمْتُ حَيًّا ص صلے	جب تک میں زندہ رہوں

وَبَرًّا بِوَالِدَتِيْ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ	اور اُس نے مجھے اپنی والدہ کا خدمت گزار بنایا ہے۔
جَبَّارًا شَقِيًّا ٥	مجھے سرکش اور بد بخت نہیں کیا۔
وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ	اور سلام ہے جس دن میں پیدا ہوا
وَيَوْمَ اَمُوْتُ	اور جس روز مروں گا
وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ٥	اور جس روز میں دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جاؤنگا۔

(القرآن19:29-33)

حضرت مسیحؑ کا پہلا معجزہ:

حضرت مسیحؑ کا سب سے پہلا معجزہ جو قرآن مجید نے بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ وہ اپنی ماں کی گود سے اپنی والدہ کے دفاع میں اُنکے دشمنوں کے لعن طعن اور بہتان کے خلاف بول اُٹھے۔ اب ذرا اس کا مقابلہ بائبل میں بیان شدہ اس معجزے سے کریں جو آپؑ سے تیس سال کی عمر میں سرزد ہوا۔

''پھر تیسرے دن قانائے گلیل میں ایک شادی ہوئی اور یسوع کی ماں وہاں تھی''۔

اور یسوع اور اسکے شاگردوں کی بھی اس شادی میں دعوت تھی۔

اور جب مے ہو چکی تو یسوع کی ماں نے اس سے کہا کہ اُنکے پاس مے نہیں رہی۔

یسوع نے اس سے کہا اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام ہے ابھی میرا وقت نہیں آیا۔

اسکی ماں نے خادموں سے کہا جو کچھ یہ تم سے کہے وہ کرو۔ وہاں یہودیوں کی طہارت کے دستور کے موافق پتھر کے چھ مٹکے رکھے تھے اور اُن میں دو دو تین تین من کی گنجائش تھی۔

یسوع نے اُن سے کہا مٹکوں میں پانی بھر دو۔ پس اُنہوں نے ان کو لبالب بھر دیا

پھر اس نے اُن سے کہا اب نکال کر میر مجلس کے پاس لے جاؤ۔ پس وہ لے گئے۔

جب میر مجلس نے وہ پانی چکھا جو مے بن گیا تھا اور جانتا نہ تھا کہ یہ کہاں سے آئی (مگر خادم جنہوں نے پانی بھرا تھا جانتے تھے) تو میر مجلس نے دولہا کو بلا کر اس سے کہا
ہر شخص پہلے اچھی مے پیش کرتا ہے اور ناقص اس وقت جب پی کر چھک گئے مگر تو نے اچھی مے اب تک رکھ چھوڑی ہے۔ (یوحنا:2 :1۔10)

جس وقت سے یہ معجزہ وقوع پذیر ہوا ہے۔ اُس وقت سے دنیائے مسیحیت میں مے پانی کی طرح بہہ نکلی ہے۔ بہت سے عقلمند یہ وجہ پیش کرتے ہیں کہ جو چیز اُنکے آقا کے لئے اچھی تھی وہ اُنکے لئے بُری کیسے ہوسکتی ہے؟ کیا انہوں نے پانی سے اعلیٰ قسم کی مے تیار نہیں کی تھی؟ جسکا اعتراف ایک مدہوش آدمی نے ان الفاظ میں کیا تھا۔ اچھی مے بعد کے لئے رکھی تھی۔ یہ کوئی انگور کا تازہ جُوس نہ تھا۔ یہ وہی (م۔ے) مے تھی جو بمطابق مسیحی بائیبل لوطؑ کی بیٹیوں نے اپنے باپ کو پلانے کے بعد اُنکے ساتھ شب باشی کی تھی۔ اور یہ وہی (م۔ے) مے ہے جسکے بارے میں مسیحوں کو افسیوں کے نام پولس رسول کے خط کے باب 5 آیت 18 میں پرہیز کرنے کو یوں ہدایت کی گئی ہے۔ ''اور شراب کے متوالے نہ بنو کیونکہ اس سے بدچلنی واقع ہوتی ہے....''

یہ مے ایک فیصد بے ضرر (؟) طاقت ہی ہے جسکی وجہ سے کروڑوں افراد گٹر میں گر چکے ہیں۔ امریکہ میں 70 ملین (BORN AGAIN) عیسائیوں میں 10 ملین شرابی ہیں۔ امریکہ اپنے شرابیوں کو ''پرابلم ڈرنکرز'' کے نام سے پکارتے ہیں۔ جنوبی افریقہ میں ان کو الکوحلکس کہتے ہیں۔ لیکن زمبیا کے وزیراعظم ڈاکٹر کینتھ کنڈا کو برائی برائی کہنے میں ذرا بھی ہچکچاہٹ محسوس نہ ہوئی۔ وہ اپنے عوام کے بارے میں جو شراب کا بے دریغ استعمال کرتے ہین یہ الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ ''میں شرابی قوم کی رہنمائی کے لئے تیار نہیں''۔ چاہے پانی کو حضرت عیسیٰؑ کو دیکھنے پر شرم آئی ہو یا نہیں ہم اُنکے شاگردوں اور ہم عصروں کو مے خواری کی عادت کے لئے اُنہیں موردِ الزام نہیں ٹھہرا سکتے (یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حضرت محمدؐ کے صحابہ بھی قرآن کی

سورۃ 91:5 میں اُسکی ممانعت ہونے سے پہلے شراب پیتے تھے)۔حضرت مسیحؑ نے اس حقیقت کا اظہار واضح الفاظ میں کیا تھا:''مجھے تم سے اور بھی بہت باتیں کہنی ہیں مگر اب تم اُنکی برداشت نہیں کر سکتے (یوحنا 12:16)۔انسانیت ابھی تک اس قابل نہ ہوئی تھی کہ وہ اسلام کی تمام تر حقانیت کو جان سکے۔کیا اُنہوں نے یہ نہیں فرمایا تھا''اور نئی مے پُرانی مشکوں میں نہیں بھرتے (متی 17:9)۔

ماں یا عورت؟

بمطابق سینٹ جان، قانا میں شادی کی تقریب کی دعوت کو بیان کرتے ہوئے چوتھی آیت میں ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت یسوعؑ اپنی والدہ ماجدہ سے گستاخی یا بے ادبی سے پیش آتے ہیں۔وہ اُنہیں ماں کی بجائے عورت کہہ کر پکارتے ہیں۔اور زخم پر مزید نمک پاشی کرتے ہوئے فرماتے ہیں''مجھے تجھ سے کیا کام''؟ میرا تمہارے ساتھ تعلق کیا ہے یا میرا تیرا کیا لینا دینا؟ کیا وہ بھول گئے تھے کہ یہ وہی عورت تھی جو اُن کو نو ماہ تک پیٹ میں لئے پھرتی رہی تھی۔اور وہ اُن کا شاید دو برس تک دودھ بھی پیتے رہے ہوں اور اُن ہی کی وجہ سے اُنکی والدہ کو بے انتہا بدنامی کے داغ سہنا پڑے تھے؟ کیا وہ حضرت مسیحؑ کی والدہ نہ تھیں؟ کیا اُن کی زبان میں ماں کیلئے کوئی لفظ موجود نہ تھا؟ کتنا ہی عجیب لگتا ہے جب عیسائی مبلغین اپنے آقا حضرت مسیحؑ کی انکساری اور حلیم طبیعت اور اُن کو دیجانے والی اذیتوں کو کس قدر بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہوئے اُن کے لئے''امن کا شہزادہ'' جیسے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔اور یہ گیت گاتے ہیں''وہ قربان گاہ میں برہ کی طرح گئے''اور بھیڑ کہ جیسے اپنے حلال کرنے والے کے سامنے ایسے خاموش جیسے گونگا اور یہاں تک کہ انہوں نے اپنا منہ بھی نہ کھولا لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ حضرت مسیحؑ نہایت دلیری سے یہودی علماء اور بزرگوں کے بارے میں سخت الفاظ کا استعمال کرتے ہیں۔اور ہمیشہ اُنکے ساتھ لڑائی جھگڑے کے لئے تیار نظر آتے ہیں۔اگر انکا ریکارڈ درست ہے تو مندرجہ ذیل الفاظ قابلِ غور ہیں۔

تم ریاکارو!

تم زمانہ کے بدکاراورزناکار

تم سفیدی پھری قبریں ہو

سانپ اورافعی کے بچو

اوراب اپنی ماں کو ماں نہیں بلکہ

اے عورت۔۔۔۔۔۔

حضرت مسیحؑ کا دفاع:

اللہ تعالیٰ اس جلیل القدر پیغمبر کو بدگوئی اور تہمتوں کے جھوٹے الزامات سے بری الذمہ قرار دیتے ہوئے حضرت محمدؐ کے ذریعے اُنکا دفاع ان الفاظ میں فرماتے ہیں۔

وَبَرًّا بِوَالِدَتِیْ وَلَمْ يَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِيًّاo	اور مجھ کو میری والدہ کا خدمت گزار بنایا اور اس نے مجھ کو سرکش بد بخت نہیں بنایا۔ (القرآن32:19)

بیٹے کی بشارت پاتے ہوئے (قرآن میں 46:3) حضرت مریمؑ گویا ہوئیں۔

قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِیْ وَلَدٌ	(حضرت مریمؑ) بولیں اے پروردگار کیسے ہوگا میرا بچہ
وَلَمْ يَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ	حالانکہ مجھے کسی بشر نے ہاتھ تک نہیں لگایا۔
قَالَ	اللہ تعالیٰ نے فرمایا
كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ط	ویسے ہی (بلا مرد کے) ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ جو چاہیں پیدا کر دیتے ہیں۔
اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا	جب کسی چیز کو پورا کرنا چاہتے ہیں

فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝	وہ اس کے لئے کہتے ہیں ہو جا تو وہ چیز ہو جاتی ہے۔
وَ يُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ	اور اللہ تعالیٰ اُن کو تعلیم فرما دیں گے (آسمانی) اور سمجھ کی باتیں
وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۝	اور بالخصوص تورات اور انجیل3 (القرآن3:47-48)

3 کیا آپ نے ان آیات کو یاد کر لیا ہے؟

باب: ۵ شخصیت حضرت مسیحؑ: قرآن اور بائبل

مجھے اُمید ہے کہ میں نے آپکو جو نصیحت باب نمبر 3 کے حاشیے پر کی تھی اس پر آپ نے سختی سے عمل کیا ہوگا۔ جس چیز کی تبلیغ کرتا ہوں اُسکی مشق بھی کرنے کی کوشش کرتا ہوں اور اپنی اسی نصیحت کے موافق میں نے خود بھی ان آیات کارڈ لگا لگا کر انہیں زبانی یاد کرلیا ہے۔ اور اُنکے استعمال کے بار بار مواقع ملتے رہتے ہیں۔ مثلاً میں جوھانسبرگ کے بائبل ہاؤس گیا ہوا تھا۔ وہاں کتابوں کو دیکھتے دیکھتے میں نے بائبل کا ایک انڈ وینیشین ترجمہ اور عہد نامہ جدید کا ایک یونانی انگریزی نسخہ جو کافی مہنگا تھا ہاتھ میں اُٹھایا ہوا تھا۔ میرے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ بائبل ہاؤس کے سپروائزر صاحب مجھے دیکھ رہے ہیں۔ وہ اچانک میرے سر پر آن کھڑے ہوئے۔ شاید میرے سر پر رکھی ہوئی ٹوپی اور میری داڑھی اُنکے لئے قابلِ اعتراض چیز ہو؟ اُنہوں نے میرے اتنے مہنگے نسخے میں دلچسپی کا راز دریافت کیا۔ میں نے وضاحت کی کہ میرا تقابل ادیان کا طالبعلم ہونا میری اس نسخے میں دلچسپی کی وجہ ہے۔ انہوں نے مجھے اپنے دفتر میں ایک پیالی چائے کی دعوت دی۔ یہ اُنکی بڑی مہربانی تھی جسے میں نے قبول کرلیا۔ چائے کے دوران میں نے وضاحت کی کہ مسلمان حضرت مسیحؑ پر ایمان رکھتے ہیں۔ میں نے اُنکو حضرت مسیحؑ کے اسلام میں بلند پایہ مقام کے بارے میں بتایا۔ میں نے جو کچھ بھی اُنکو بتایا اُنکو اس میں شک محسوس ہوا۔ مجھے اُنکی اس لاعلمی پر حیرانی ہوئی کیونکہ جنوبی افریقہ میں صرف ریٹائرڈ پادری ہی کسی بائبل ہاؤس کے سپروائزر ہو سکتے ہیں۔ میں نے قرآن مجید کی سورۃ 3 کی آیت 41 تلاوت کرنا شروع کی۔

وَ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ — اور (وہ وقت قابلِ ذکر ہے) جبکہ فرشتوں نے کہا

یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ   اے مریم بیشک اللہ نے تم کو منتخب کرلیا۔

میں چاہتا تھا کہ پادری صاحب معنوں کے ساتھ ساتھ عربی زبان میں موجود ان الفاظ میں قدرتی طور پر موجود سُر اور لے سے بھی محفوظ ہوں۔ پادری ڈنکر (یہی اُنکا نام تھا) پیچھے ہو کر آرام سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اور اللہ تعالیٰ کا کلام انتہائی انہماک سے سُنتے رہے۔ جب میں آیت نمبر 49 کے آخر پہنچا تو پادری صاحب نے نکتہ چینی کی کہ قرآن کا انداز اُنکی کتاب بائیبل کے موافق ہے۔ اُنہوں نے کہا جو کچھ آپ نے تلاوت کیا اور جو کچھ میرا عقیدہ ہے میں اُن دونوں میں کوئی فرق محسوس نہیں کرتا۔ میں نے کہا آپ نے درست فرمایا۔ اگر آپ ان آیات کا صرف انگریزی ترجمہ پڑھتے اور اُسکے ساتھ عربی موجود نہ ہوتی تو آپکو ایک سو سال میں بھی پتہ نہ چل سکتا کہ آپ قرآن مجید کا ترجمہ پڑھ رہے ہیں۔ اگر آپ پروٹسٹنٹ ہوتے اور اگر آپ نے رومن کیتھولک بائیبل نہ دیکھی ہوتی تو آپ سمجھتے کہ آپ رومن کیتھولک بائیبل یا جوھاوا ڈنس (شہود یہواہ) ورژن یا قدیم یونانی ترجمہ پڑھ رہے ہیں۔ لیکن آپ کو کبھی یہ خیال ہی نہ آیا ہوتا کہ آپ قرآن مجید کا ترجمہ پڑھ رہے ہیں۔ عیسائی قرآن مجید میں وہ سب کچھ پڑھ سکتے ہیں جو کہ وہ حضرت مسیحؑ کے بارے میں سننا چاہتے ہیں۔ ایک شائستہ، بلند پایہ، تعظیمی زبان اور انداز۔ اور وہ قرآن مجید سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ قرآن کی سورة 3 کی ان آٹھ آیات یعنی 42 تا 49 میں ہمیں بتایا گیا ہے کہ۔

ا) بی بی مریمؑ حضرت مسیحؑ کی والدہ ایک پاکباز عورت تھیں۔ جنکو اللہ تبارک تعالیٰ نے دنیا کی تمام عورتوں میں سے چُن لیا اور اُنکا مقام اُن سب سے بلند کیا۔

ب) اور یہ کہ سب کچھ جو بیان کیا گیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کے لئے وحی کے ذریعے ہوا۔

ج) حضرت مسیحؑ ہی کلمۃ اللہ تھے۔

د) وہ ہی مسیحؑ تھے جسکا یہود انتظار کر رہے تھے۔

ح) اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیحؑ کو بچپن ہی سے معجزات عطا فرمائے تھے۔

خ) حضرت مسیحؑ کی پیدائش معجزاتی طور پر بغیر کسی مرد کی مداخلت کے ہوئی۔

د) اللہ تعالیٰ نے ان کو وحی بھیجی۔

ذ) وہ مُردوں میں اللہ تعالیٰ کے اِذن سے جان ڈالتے تھے اور مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے شفا دیتے تھے۔

چاک اینڈ چیز (چاک اور پنیر):

انتہائی سرگرم عیسائی بھی یہاں پر کسی ایک بات پر اعتراض نہیں اُٹھا سکتا۔ لیکن قرآن اور بائیبل کے بیان میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جیسا کہ جنوبی افریقہ میں کہتے ہیں ایسا فرق جیسا چاک اور چیز (پنیر) میں ہے۔ پنیر تو ہم کھا سکتے ہیں لیکن چاک ہم نہیں کھا سکتے۔

مجھے تو یہ دونوں ایک جیسے لگتے ہیں کیا فرق ہے ان دونوں میں پادری صاحب گویا ہوئے۔

میں جانتا ہوں کہ جوہر کے لحاظ سے تو دونوں بیانات کی وضاحت ایک جیسی ہے لیکن اگر ہم ان دونوں بیانات کو ذرا قریب سے جانچیں تو دونوں میں فرق پریشان کُن حد تک موجود ہے۔

اب ذرا آیت نمبر 47 میں حضرت مسیحؑ کے معجزاتی حمل کے اعلان کا موازنہ بائیبل کے اس بیان سے کیجئے۔

"اب یسوع مسیحؑ کی پیدائش اس طرح ہوئی کہ جب اُس کی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ ہو گئی تو ان کے اکٹھے ہونے سے پہلے وہ روح القدس کی قدرت سے حاملہ پائی گئیں"۔

(متی 18:1)

ماہر ڈرامہ باز:

امریکہ کے محترم بلی گراہم صاحب نے دربن کے کنگ پارک میں 40 ہزار لوگوں کے سامنے متی کی اس آیت

پر کچھ اس انداز سے ناٹک کھیلا۔ اپنی شہادت کی انگلی کو کھڑا کر کے اپنے بازو کو لمبا کرتے ہوئے اسکے محیط پر دائیں سے بائیں طرف لہراتے ہوئے فرمایا ''اور رُوح القدس اس پر نازل ہوا اور مریم حاملہ ہوئیں''۔ دوسری طرف مقدس لوقا ہمیں یہی بات ذرا کم غیر مہذب الفاظ میں بتاتے ہیں وہ ہمیں بتاتے ہیں کہ جب اُنکو بشارت دی گئی تو حضرت مریمؑ بے قرار و بے چین ہوگئیں تو اُنکا طبعی ردِ عمل یہ تھا۔

''یہ کیونکر ہوگا جبکہ میں مرد کو نہیں جانتی'' (لوقا 34:1)

مطلب جنسی طور پر

اب ذرا قرآن کا بیان سُنیے:

''قَالَتْ رَبِّ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ وَلَدٌ (حضرت مریمؑ) بولیں اے پروردگار کیسے ہوگا میرے بچہ

وَّ لَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ'' ط حالانکہ مجھے کسی بشر نے ہاتھ نہیں لگایا (القرآن 47:3)

ان دونوں جملوں یعنی ''میں مرد کو نہیں جانتی'' اور ''مجھے کسی بشر نے ہاتھ نہیں لگایا'' بہ اعتبار جوہر دونوں ایک ہی جیسے ہیں اور دونوں حوالہ جات کا ایک ہی مطلب نکلتا ہے۔ یہ صرف مختلف الفاظ کا چناؤ ہے جنکا مطلب ایک ہی ہے۔ لیکن مریمؑ کے اس عذر کا جواب دونوں کتابوں (قرآن اور بائبل میں) قابلِ غور ہے۔

بائبل کا بیان:

بائبل کہتی ہے۔

''اور فرشتہ نے جواب میں اس سے کہا کہ روح القدس تجھ پر نازل ہوگا اور خدا تعالیٰ کی قدرت تُجھ پر سایہ ڈالیگی''۔ (لوقا 35:1)

کیا آپ دیکھ نہیں رہے کہ آپ ملحد، بے دین اور اُن لوگوں کو جنکا عقیدہ ہے کہ خدا کا یا دوسری غیر مادی قوتوں کا شعور یا علم نہیں ہوسکتا اور نہ ہے خود اپنے پاؤں پر مارنے کے لئے کلہاڑی دے رہے ہیں۔ وہ آپ سے پوچھ

سکتے ہیں کہ روح القدس مریم پر کیسے نازل ہوگا؟ اعلیٰ ترین اُسکے اُوپر کیسے سایہ ڈالے گی؟ ہم جانتے ہیں کہ اسکے حقیقی معنی کیا ہیں یا اُس سے کیا مراد ہے؟ اور یہ ایک پاک، معصوم اور بے داغ حمل تھا۔ لیکن زبان کا استعمال جو یہاں کیا گیا ہے ناپسندیدہ اور ناگوار ہے۔ یوں لگتا ہے بازاری زبان ہو آپ اسکے ساتھ اتفاق کرتے ہیں؟ آئیں اب اس کا مقابلہ قرآن مجید کی زبان سے کریں۔

قرآن کا انداز بیان:

قَالَ	اللہ تعالیٰ نے فرمایا
كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ط	ویسے ہی (بلا مرد) کے ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ جو چاہیں پیدا کر دیتے ہیں
اِذَا قَضٰى اَمْرًا	بس جب کسی چیز کو پورا کرنا چاہتے ہیں
فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ	تو اُسے کہتے ہیں
كُنْ	ہو جا اور
فَيَكُوْنُ o	وہ ہو جاتی ہے۔ (القرآن 3:47)

یہ ہے اسلامی نظریہ پیدائش حضرت مسیحؑ۔ اللہ تعالیٰ کیلئے حضرت یسوعؑ کی تخلیق کرنا بن باپ کس قدر آسان صرف کہے ہو جا اور ہو جاتا ہے۔ اُس کے لئے ایک ملین یسوعوں کی تخلیق بن باپ اور بن ماں کے صرف ہو جا پر منحصر ہے۔ اور وہ عدم سے وجود میں آجائینگے۔ اسے کسی قسم کے بیج بونے یا زردانہ وغیرہ منتقل کرنے کی ضرورت نہیں جیسا کہ انسان یا جانوروں میں ہوتا ہے یا مصنوعی نسل کشی میں کیا جاتا ہے۔ وہ کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانے کیلئے اپنا حکم "ہو جا" استعمال کرتے ہیں اور وہ ہو جاتا ہے۔ یہ جو میں آپکو بتا رہا ہوں اس میں کوئی نئی بات نہیں ہے میں نے پادری صاحب کی توجہ بائیبل کی پہلی کتاب کے باب ایک کی آیت 3 کی طرف

دلائی''اور خدا نے کہا۔۔۔۔۔''اللہ تعالیٰ کیا کہا''۔''ہو جا''اور''ہو گئی''۔اللہ تعالیٰ کو الفاظ کو جوڑ دے کر ملانے یا حرف بہ حرف بولنے کی بھی ضرورت نہیں اُسکے محض چاہنے سے چیزیں عدم سے وجود میں آتی ہیں۔

آپکی بیٹی کے لئے آپ کا انتخاب:

ان دونوں اندازِ بیان (قرآنی اور بائبل) میں سے آپ اپنی بیٹی کیلئے کون سے اندازِ بیان کو اوّلیت دیں گے۔ میں نے بائبل ہاؤس کے سپروائزر سے پوچھا۔انہوں نے انکساری سے سر کو جھکاتے ہوئے کہا قرآن کے اندازِ بیان کو۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک جعلی، نقل کی گئی دستاویز (اس کے بارے میں یہی الزام تراشی کی جاتی ہے) ایک اصلی اور حقیقی (جیسا کہ بائبل کے بارے میں سمجھا جاتا ہے) سے بہتر قرار پائی؟ ایسا ناممکن ہے۔ ماسوائے اسکے جیسا کہ قرآن نے خود اس کو بیان کیا کہ یہ بالکل خالص اور پاک کلام ہے اللہ تعالیٰ کا جو حضرت محمدؐ کی طرف وحی کیا گیا۔ بہت سے ایسے ٹیسٹ موجود ہیں جو اگر ایک غیر متعصب، حقیقت کا متلاشی شخص اس قرآن مجید پر آزمائے تو یہ کتاب ہر طرح سے نمایاں حیثیت میں اس بات کا ثبوت پیش کرے گی کہ یہ کائنات کی عظیم ترین ہستی کے علاوہ کسی اور کی طرف سے نہیں ہو سکتی۔

بمثلِ آدم:

کیا حضرت مسیحؑ کی معجزاتی پیدائش اُن کو خدا یا خدا کا بیٹا بنا دیتی ہے۔قرآن کہتا ہے۔نہیں۔

اِنَّ مَثَلَ عِيسٰى عِنْدَ اللّٰهِ	بیشک حالت عجیبہ (حضرت) عیسیٰؑ کی اللہ کے نزدیک
كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ	مشابہ حالت عجیبہ (حضرت) آدمؑ کے ہے
خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ	کہ ان (کے قالب) کو مٹی سے بنایا
ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ○	پھر اُن کو حکم دیا کہ (جاندار) ہو جا پس وہ (جاندار) ہو گئے۔

(القرآن 59:3)

حضرت مسیحؑ کے بلند پایہ مقام کی وضاحت کے بعد کی آیتوں میں اس مسیحی عقیدہ کی نفی ملتی ہے کہ حضرت مسیحؑ خدا یا خدا کے بیٹے یا انسان سے بڑھ کر کوئی شے تھے۔ اگر یہ کہا جائے کہ وہ بن باپ کے پیدا ہوئے تو حضرت آدمؑ بھی ویسے ہی پیدا ہوئے تھے۔ بلکہ وہ تو بن باپ اور بن ماں کے پیدا ہوئے تھے۔ جہاں تک ہمارے جسموں کا تعلق ہے تو یہ گرد سے زیادہ کچھ بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت مسیحؑ ویسے ہی گرد کی مانند ہیں جیسا کہ حضرت آدمؑ یا تمام انسانیت ہے۔ حضرت مسیحؑ کا بلند پایہ مقام اللہ تعالیٰ کے حکم "کن"، جو کہ "فیکون" ہوا ہے ہے۔ گرد سے بڑھ کر ایک عظیم روحانی رہنما اور معلم۔ (عبداللہ یوسف علی حاشیہ 1398 آیت نمبر 59)

اس منطق سے مراد یہ ہے کہ اگر حضرت مسیحؑ کی پیدائش اُنکو خدا کے ہم سر یا برابر کر دیتی ہے تو پھر آدمؑ اس کے زیادہ سزاوار ہیں کیونکہ وہ بن باپ اور بن ماں کے پیدا ہوئے۔ لیکن اس کو کوئی عیسائی بھی تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ عیسائیوں کے اس کلمہ کفر کو مسلمانوں میں سے اس مثال کے ذریعے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے رفع کر دیا گیا۔ اس کے علاوہ اگر عیسائی یہ توجیہہ پیش کریں کہ حضرت آدم تو مٹی سے بنائے گئے تھے جبکہ حضرت یسوعؑ بی بی مریمؑ کے رحم سے معصوم جنے گئے۔ تو پھر ہمیں اُنکو یہ بتانا ہوگا کہ اُنکے اپنے ہی جھوٹے معیارات کے مطابق ایک اور بھی ایسی شخصیت بائبل میں موجود ہے جو کہ حضرت یسوعؑ سے بھی بڑی ہے۔ یہ سپر مین کون ہے؟

ایجاد پولوس:

"اور یہ ملک صدق سالم کا بادشاہ خدا تعالیٰ کا کاہن ------- یہ بے باپ بے ماں بے نسب نامہ ہے۔ نہ اُسکی عمر کا شروع نہ زندگی کا آخر -------- (عبرانیوں 7:1-3)

یہ ہے امیدوار خدائی کا، کیونکہ جو اوصاف اس کے ہیں وہ صرف خدائے تعالیٰ ہی کے ہو سکتے ہیں۔

آدمؑ کی زندگی کا آغاز باغ عدن سے اور حضرت یسوعؑ کی زندگی کا بھی آغاز موجود اصطبل سے۔ اور بمطابق دعویٰ عیسائیوں آدمؑ کی زندگی کا اختتام بھی موجود اور اسی طرح حضرت یسوعؑ کی زندگی کا اختتام بھی موجود' اور

ایک زوردار چیخ کے ساتھ اس نے جان دیدی'' ۔لیکن ملک صدق سالم؟ شاید وہ طلسماتی کہانیوں کے ہیرو رِپ وان ونکل (Rip Van Winkle) کی طرح کہیں بے حس وحرکت پڑا ہوتھا۔

اور یہ عبرانیوں کیا چیز ہے؟ یہ مقدس بائبل کی ایک کتاب کا نام ہے جسکا مصنف جان باز پولوس ہے۔ اپنے آپ سے مقررہ کردہ حضرت عیسیٰؑ کا تیرہواں حواری۔ حضرت یسوعؑ کے بارہ حواری تھے اُن میں سے یہودہ اسکریوتی میں شیطان داخل ہوگیا تھا اسلئے اسامی بھرے جانے کے لئے خالی تھی کیونکہ جنت میں بنی اسرائیل کا انصاف کرنے کے لئے ایک جگہ (یعنی یہودہ اسکریوتی) کی خالی تھی اور اس کو بھرنے کیلئے ایک جانثار کی ضرورت تھی جس کے لئے پولوس نے اپنے آپ کو رضاکارانہ طور پر پیش کردیا۔ (لوقا 30:22)

ساؤل ایک منحرف (مرتد) یہودی تھا۔ عیسائیوں نے اسکا نام بدل دیا شاید یہ یہودیوں جیسا لگتا تھا۔ پولوس نے حضرت مسیحؑ کی تعلیمات کو اس طرح سے پراگندہ کیا کہ حضرت مسیحؑ کے بعد اپنے لئے دوسری پوزیشن حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ مائیکل ایچ ہارٹ کے عظیم الشان کارنامے، سو عظیم لوگ یا تاریخ کے سو بڑے آدمیوں کے مطابق پولوس حضرت مسیحؑ سے بھی بہت آگے نکل گیا۔ آجکل کی مسیحیت کا اصلی بانی پولوس ہے۔ اگر مسیحیت کے آغاز کا تاج حضرت مسیحؑ اور پولوس کے درمیان برابر تقسیم کیا جائے تو پولوس جیت جائیگا کیونکہ اس نے بائبل کے تمام مصنفوں سے زیادہ کتابیں تحریر کیں جبکہ حضرت مسیحؑ نے کتاب مقدس کا ایک لفظ بھی نہیں لکھا۔

پولوس کو اپنی تحریروں کے لئے کسی قسم کی الہامی تحریک کی ضرورت نہ تھی۔ کیا ہٹلر کے پراپیگنڈہ وزیر گوبیلز نے یہ نہیں کہا تھا۔ ''جتنا بڑا جھوٹ ہوگا اتنا زیادہ اس کا یقین کیا جائیگا''۔ ملک صدق سالم کے بارے میں مبالغہ آرائی کی حیران کن بات یہ ہے اور ایسا لگتا ہے کہ کسی بھی مسیحی نے اس کے بارے میں پہلے نہ پڑھا ہو۔ جس عیسائی عالم کو بھی میں نے یہ آیت بتلائی تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ اسے پہلی مرتبہ دیکھ رہا ہو۔ وہ بالکل ہی

لاجواب نظر آتے تھے۔ ایسے ہی موقع کے لئے حضرت یسوعؑ نے یہ الفاظ کہے ہیں۔

''تم کانوں سے سنو گے پر ہرگز نہ سمجھو گے اور آنکھوں سے دیکھو گے پر ہرگز۔۔۔(متی 13:13)

قرآن میں بھی ایسی ہی ارادتاً بوئی گئی بیماری کو بیان کرنے کیلئے آیت موجود ہے۔

صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ۝ بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں سو یہ اب رجوع نہ ہونگے۔ (القرآن 18:2)

''خدا کے بیٹے:

مسلمان عیسائیوں کے اس عقیدے کہ حضرت مسیحؑ خدا کے اکلوتے بیٹے ہیں، پیدا ہوئے نہ کہ بنائے گئے، پر سخت اعتراض اُٹھاتے اور گرفت کرتے ہیں۔ یہی وہ بات ہے جو عیسائیوں کو بچپن ہی سے سوال و جواب کے ذریعے تعلیم کرائی جاتی ہے۔ میں نے مسیحی علماء سے بار بار استفسار کیا کہ وہ ان باتوں یعنی پیدا کیئے گئے نہ کہ بنائے گئے سے کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں؟ وہ اس بات سے بخوبی آگاہ ہیں کہ اُنکے اپنے خداوند کے دیئے گئے (؟) ریکارڈ کے مطابق خدا کے بیٹے درجنوں کے حساب سے انکی اس مقدس کتاب میں موجود ہیں۔۔۔۔ مثلاً

''۔۔۔۔آدم اور وہ خدا کا'' (لوقا 38:3)

''تو خدا کے بیٹوں نے آدمی کی بیٹیوں کو دیکھا کہ وہ خوبصورت ہیں اور

جن کو انہوں نے چنا ان سے بیاہ کر لیا''

اور جب خدا کے بیٹے انسان کی بیٹیوں کے پاس گئے تو انکے لئے ان سے اولاد ہوئی۔ (پیدائش 2:6 اور 4)

''اسرائیل میرا بیٹا بلکہ میرا پہلوٹھا ہے''۔ (خروج 22:4)

''۔۔۔۔کیونکہ میں اسرائیل کا باپ ہوں اور افرائیم میرا پہلوٹھا ہے'' (یرمیاہ 9:31)

’’خداوند نے مجھ سے کہا تو میرا بیٹا ہے۔ آج تو مجھ سے پیدا ہوا‘‘ (زبور 7:2)

’’اس لئے کہ جتنے خدا کی روح کی ہدایت سے چلتے ہیں وہی خدا کے بیٹے ہیں۔ (رومیوں 14:8)

کیا آپ دیکھ نہیں سکتے یہودیوں کی زبان میں ہر نیک تقویٰ دار آدمی (زید، عمر اور بکر) جو اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلتا ہے وہ اللہ کا بیٹا کہلاتا ہے۔ یہ ایک تشبیہی لفظ ہے جو استعاتاً اپنے مجازی معنوں میں یہودیوں میں عام طور پر مستعمل ہے۔ عیسائی اس بات سے اتفاق کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہتے ہیں ’’حضرت یسوعؑ‘‘ ’’ایسے نہ تھے‘‘ آدمؑ کو اللہ تعالیٰ نے بنایا تھا۔ ہر ذی رُوح چیز کو اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے۔ کیونکہ اللہ ہی مالک ہے۔ سب کی دستگیری کرنے والا، پرورش کرنے والا اسلیئے تشبیہاً وہ سب کا باپ ہے لیکن حضرت یسوعؑ خدا کے جنے ہوئے ہیں نہ کہ بنائے ہوئے؟

جنا ہوا کا مطلب ہے خدا سے پیدا ہوا:

میرے چالیس سالہ (عیسائیوں سے) مناظرہ کی زندگی میں کبھی بھی کسی ایک عیسائی عالم نے اس فقرے کی وضاحت کہ ’’جنا ہوا نہ کہ بنایا ہوا‘‘ میں منہ کھولنے کا خطرہ مُول نہیں لیا۔ یہ ایک امریکن تھا جس نے اس جملے کی وضاحت کرنے کی ہمت کی۔ اُس نے کہا ’’اسکا مطلب ہے کہ خدا ہی اس کا مورثِ اعلیٰ ہے‘‘۔ کیا کہا؟ میں پھوٹ پڑا (اُسے نے خدا سے جنم لیا؟) خدا نے اس کو جنم دیا؟ ’’نہیں نہیں‘‘ اُس نے کہا میں تو صرف کوشش کر رہا ہوں کہ اس جملے کے معنی آپکو سمجھاؤں۔ میں اس میں یقین نہیں رکھتا کہ خدا نے کبھی کسی بیٹے کو جنم دیا۔ عقلمند عیسائی کہتے ہیں اس فقرے کے حقیقی معنی وہ نہیں ہیں جو دیکھتے ہیں یا جو ہم کہتے ہیں۔ تو پھر آپ ایسا کیوں کہتے ہیں؟ آپ دنیا کے ایک ارب 20 کروڑ مسیحوں اور ایک ہزار ملین مسلمانوں میں ان بے تکے جملوں کی وجہ سے کیوں اختلاف اور جھگڑا پیدا کر رہے ہیں؟

وجہ اعتراض:

مسلمان اس لفظ جنا ہوا یا پیدا ہوا پر اسلئے معترض ہیں کیونکہ یہ ایک حیوانی صفت ہے۔ اور حیوانی صفت کے کم ترین جو جنسی خواہش سے تعلق رکھتی ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی طرف کیونکر اس حقیر حیوانی صفت کو منسوب کر سکتے ہیں؟ تشبیہاً یا مجازی معنوں میں ہم سب خدا کے بچے ہیں اچھے اور بُرے سب کے سب اور حضرت مسیحؑ ہم سب میں سے اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہونگے کیونکہ وہ ہم سب میں سے اس کے زیادہ وفادار ہیں اسی وجہ سے وہ خُدا کے تمام بچوں میں ممتاز ہیں۔

تاہم یہ نقصان وہ لفظ ''جنا ہوا'' (اب Revised Standar Version چرچ آف انگلینڈ کے اخبار کے مطابق یہ بہترین ترجمہ ہے جو اس صدی میں پیش کیا گیا ہے انکو اُن قلمی نسخوں سے ترجمہ کیا گیا ہے جنکا تعلق دوسری یا تیسری صدی عیسوی سے بتایا جاتا ہے) سے بلا تکلف نکال باہر پھینکا گیا ہے۔ مسلمانوں کے لئے خوشخبری! مزید تفصیل کیلئے دیکھئے۔ کیا بائبل اللہ تعالیٰ کا کلام ہے؟ لیکن اسکا بھوت ابھی تک عیسائیوں کے دماغوں پر سوار ہے۔ کالے اور گوروں دونوں کو اس پُر فریب دماغ سازی سے ایک ہی فرقے اور ایک ہی چرچ کے گورے مسیحی کو کالے مسیحی بھائی پر فوقیت دیدی گئی ہے اور اسی طرح اس عقیدہ سے کالے کو ہمیشہ کیلئے احساس کمتری میں مبتلا کر دیا گیا ہے۔

احساس کمتری کے لئے دماغ سازی:

چونکہ افریکن کا بیٹا افریکن ہی جیسا، چینی کا بیٹا چینی جیسا اور ہندی کا بیٹا ہندی جیسا ہوگا۔ اسی لئے انسانی دماغ قدرتی طور پر یہ سوچنے پر مجبور ہے کہ خدا کا بیٹا خدا جیسا ہی ہوگا۔ خدا کے اس اکلوتے بیٹے (؟) کی اربوں تصویریں لوگوں کی دسترس تک پھیلا دی گئی ہیں جس میں وہ ایک یورپی جیسا لگتا ہے۔ بھورے یا سنہری بالوں،

نیلی آنکھوں، لمبی ناک اور خوبصورت خدوخال کیساتھ جیسا کہ بقول جیفری ہنٹر اُنہوں نے فلم The Day of Trimph یا King of Kings یا Jesus of Nazareth میں دیکھا۔ عیسائیوں کا نجات دہندہ یہودیوں سے کم مشابہ اور جرمنوں سے زیادہ مشابہ نظر آتا ہے۔ چونکہ بیٹا سفید فام ہے اسلئے قدرتی طور پر باپ (خدا؟) بھی سفید فام ہی ہوگا اسی وجہ سے دنیا کی گہرے رنگوں والی اقوام کے ذہنوں میں غیر ارادی طور پر یہ گڑا گیا کہ شاید وہ خدا کے سوتیلے بیٹے ہوں۔ چاہے آپ کسی بھی مقدار میں جلد کی کالی رنگت کو ہلکا یا گورا کرنے والی کریم اور بالوں کو سیدھا رکھنے والی کوئی بھی چیز استعمال کرلیں یہ احساس کمتری ان کے ذہنوں سے اترنے والی نہیں۔

خدا غیر مادی یا روحانی ہے:

خدا نہ گورا ہے نہ کالا، وہ رُوحانی ہے انسانی دماغ کی پہنچ سے دور۔ اس سفید فام انسانی خدا کے تصور کو توڑ پھینکیں تو آپکو ازلی غلامی کے اس طوق سے ہمیشہ کیلئے نجات مل جائیگی۔ لیکن ذہنی غلامی کو توڑنا جسمانی غلامی کے مقابلے میں مشکل ہوتا ہے کیونکہ غلام خود اسے قائم رکھنے کے لئے لڑتا ہے۔

باب:٦ عیسائی بھائیوں کی مشکلات کا حل

مقام حضرت مسیحؑ فی الاسلام حقیقتاً مقام حضرت مسیحؑ فی القرآن ہی ہے۔اور قرآن میں مسیحوں کے ہر خلل دماغ کا مستند جواب موجود ہے۔قرآن مجید حضرت مسیحؑ کو اُن کے دشمنوں کے جھوٹے الزامات سے بری الذمہ قرار دینے کے ساتھ ساتھ اُنکے پیروکاروں کے والہانہ عشق میں کجروی سے بھی نجات دلاتا ہے۔اُنکے دشمنوں کا الزام ہے کہ انہوں نے الوہیت کا دعویٰ کر کے اللہ تعالیٰ کی ذات سے کفر کیا جبکہ انکے کجرو پیروکاروں کا کہنا ہے کہ اُنہوں نے الوہیت کا دعویٰ کیا اور یہ کوئی کفر نہیں ہے کیونکہ وہ خدا تھے۔قرآن کیا کہتا ہے؟

دونوں یہودیوں اور عیسائیوں کو مخاطب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

يَا اَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْفِيْ دِيْنِكُمْ	اے کتاب والومت مبالغہ کرو اپنے دین کی بات میں
وَلَا تَقُوْلُوْاعَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ط	اور اللہ پر بجز حق کے اور کچھ نہ کہو
اِنَّمَاالْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ	بیشک جو ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا
رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهٗ	وہ رسول ہے اللہ کا اور اسکا کلمہ ہے
اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ	جس کو ڈالا مریم کی طرف
وَرُوْحٌ مِّنْهُ	اور روح ہے اس کے ہاں کی
فَاٰمِنُوْ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ج قف	سو مانو اللہ کو اور اسکے رسولوں کو (القرآن 171:4)

حد سے تجاوز کرنا:

اہل کتاب ایک انتہائی تعظیمی کلمہ ہے جس سے قرآن نے یہودیوں اور عیسائیوں کو پکارا ہے۔بہ الفاظ دیگر اللہ

تعالیٰ ان کہہ رہے ہیں۔اے عالم فاضل جاننے والے لوگو،اے الہامی صحیفوں والو۔انکی اپنی ہی شیخی کے مطابق یہودی اور عیسائی عربوں پر جنکے پاس قرآن سے پہلے کوئی الہامی کتاب نہ تھی اس بات پر فخر محسوس کرتے تھے کہ انکے پاس اللہ تعالیٰ کا کلام موجود ہے۔ان دونوں علم رکھنے والی، ذات مسیحؑ کے بارے میں باہم برسرِ پیکار، مذہبی گروہوں کو جھنجوڑ کر اللہ تعالیٰ اُن سے کہتے ہیں کہ حد سے تجاوز نہ کرو۔

یہودی حضرت مسیحؑ کی ولادت کے بارے میں درپردہ الزام لگاتے تھے اور اُنکی باتوں کو مروڑ تروڑ کر ان پر کفر کا الزام لگاتے تھے۔جبکہ عیسائی حضرت مسیحؑ کے الفاظ کے کچھ اور ہی معنی لے کر اُنکو خدا قرار دیتے تھے۔

فی زمانہ کے سرگرم عیسائی اس بھی زیادہ سخت اور غیر مہذب الفاظ سے نو عیسائیوں کے اس کلمہ کفر کی طرف دل جیتنے کی کوشش کرتے ہیں۔وہ کہتے ہیں۔

ا) یا تو یسوعؑ خدا ہے یا جھوٹا

ب) یسوعؑ یا تو خدا ہے یا مجنوں

ج) یسوعؑ یا تو خدا ہے یا بہروپیا

یہ وہ الفاظ ہیں جو ہم نے عیسائیوں کے لٹریچر سے چُنے ہیں۔کوئی بھی نیک دل آدمی چاہے وہ مسلمان ہو یا کوئی اور ایسے الفاظ استعمال نہیں کر سکتا جیسا کہ عیسائی خود اُن کے لئے استعمال کرتے ہیں اور کسی قسم کی قید و بند برداشت نہیں کرتے۔وہ سمجھتے ہیں کہ اُوپر دی گئی احمقانہ باتوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا ہے اور ان کے ذہن میں اس بات کا خیال تک نہیں آتا کہ اس معمہ کا ایک متبادل حل بھی ہے۔

قابل فہم متبادل:

کیا یہ ممکن نہیں کہ حضرت مسیحؑ کو وہی سمجھا جائے جسکا انہوں نے دعویٰ کیا یعنی پیغمبر۔اُن بہت سے پیغمبروں جیسا جو اُن سے پہلے ہو گزرے ہیں؟ وہ اُنہیں میں سے ایک جلیل القدر پیغمبر تھے۔زبردست معجزے دکھانے

والے۔ایک زبردست رُوحانی رہنما اور معلم ۔ مسیح ۔ کیوں صرف خدا یا سودائی ؟ کیا مسیحیت میں دیوانہ پن کی ضد الوہیت ہے؟ تو پھر خدا کی ضد کیا ہے؟ کیا کوئی عقل مند عیسائی اس کا جواب دیگا؟

قرآن ایک ہی آیت میں حقیقتِ مسیحؑ سے پردہ اُٹھاتے ہوئے یہ کہتا ہے۔

١) کہ وہ ایک عورت مریم کے بیٹے تھے اسلئے انسان تھے۔

٢) لیکن رسول۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک خاص مشن کے ساتھ اسلئے قابلِ تعظیم

٣) ایک کلمہ جو مریمؑ کو عطا ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُنکو اپنے خاص حکم کن فیکون سے پیدا کیا

(القرآن 3:59)

٤) روح منجانب اللہ لیکن خدا نہیں ۔اُنکی زندگی اور مشن دوسرے پیغمبروں کے مقابلے میں محدود لیکن اللہ تعالیٰ کا خاص بندہ ہونے کی وجہ سے دوسروں کے برابر تعظیم کے لائق ۔عقیدہ تثلیث، خدا کی ہمسری اور بیٹا ہونے کی تردید یہ کہ یہ کلمہ کفر ہیں۔اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے بالاتر ہے کہ اپنے کاموں کو چلانے کے لئے کسی بیٹے کی محتاج ہو۔انجیل یوحنا (جس کسی نے بھی اسے لکھا ہو) نے لفظ کلمہ کے اردگرد زبردست قسم کے راز کا حصار قائم کر کے اس لفظ کو ربوبیت کے برابر قرار دینے کی کوشش کی ہے۔ لیکن قرآن نے اسے انتہائی سادہ الفاظ میں بیان کیا اور ہمارے صوفی اسی وضاحت پر کام کرتے آئے ہیں۔ (عبداللہ یوسف علی کی وضاحت آیت 171)

حضرت یسوعؑ سے سوال کیا جائیگا:

ذیل میں سورۃ مائدہ کی آیت نمبر 116 تا 118 کا ترجمہ دیا گیا ہے جس میں قیامت کے دن کی منظر کشی کی گئی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰؑ سے اُنکے فرضی پیروکاروں کے حضرت مسیحؑ اور اُنکی والدہ کی عبادت کے

بارے میں سوال کریں گے تو اُنکا جواب ہوگا۔

۱۱۶ اور جب کہے گا اللہ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے تو نے کہا لوگوں کو کہ ٹھہرالو مجھ کو اور میری والدہ کو دو معبود سوائے اللہ کے۔ کہا تو پاک ہے مجھ کو لائق نہیں کہ کہوں ایسی بات جس کا مجھ کو کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے کہا ہوگا تو تجھ کو ضرور معلوم ہوگا۔ تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے جی میں ہے۔ بے شک تو ہی ہے جاننے والا چھپی باتوں کا۔

۱۱۷ میں نے کچھ نہیں کہا اُنکو مگر جو تو نے حکم کیا۔ کہ بندگی کرو اللہ کی جو رب ہے میرا اور تمہارا اور میں ان سے خبردار تھا جب تک ان میں رہا پھر جب تو نے مجھ کو اٹھا لیا تو تُو تھا خبر رکھنے والا اُنکی اور تُو ہر چیز سے خبردار ہے۔

۱۱۸ اگر تُو ان کو عذاب دے تو وہ بندے ہیں تیرے اور اگر تُو ان کو معاف کردے تو تُو ہی ہے زبردست حکمت والا۔

الوہیت کا کوئی دعویٰ نہیں کیا:

اگر یہ ہے سچائی عالمِ کُل کی جانب سے کہ جب حضرت مسیحؑ سے سوال کیا جائے گا تو وہ جواب دیں گے۔ ''میں نے کچھ نہیں کہا اُنکو مگر جو تُو نے حکم کیا کہ بندگی کرو اللہ کی جو رب ہے میرا اور تمہارا'' تو پھر مسیحی حضرت یسوعؑ کی عبادت کی کیا دلیل پیش کرینگے؟ ساری کی ساری بائبل (پروٹسٹنٹ کی 66 اور رومن کیتھولک کی 73 کتابوں) میں ایک واضح لفظ بھی ایسا نہیں جس میں حضرت مسیحؑ نے یہ دعویٰ کیا ہو کہ میں خدا ہوں یا میری عبادت کرو۔ اور نہ ہی کسی جگہ یہ دعویٰ موجود ہے کہ میں اور خدا ایک ہیں۔

اُوپر دیئے گئے پیراگراف میں آخری جملہ ''میں اور خدا ایک ہیں'' بشمول عیسائی علما، ڈاکٹر آف الہایات کے علاوہ سرگرم مسیحیوں کو گدگدانے کا باعث بنتا ہے۔ یہاں تک کہ نو عیسائیوں نے بھی اس آیت کو رٹ رکھا

ہے۔اور اُنکی اسطرح سے دماغ سازی کی گئی ہے کہ وہ طوطے کی طرح آیت پر آیت اسکے سیاق وسباق سے بے نیاز ہو کر بے محل پھونکتے رہتے ہیں تا کہ اس طرح نازک شاخ پر اپنے نازک ایمان کا گھونسلا قائم رکھ سکیں۔ یہ لفظ ''ایک ہیں'' حافظے کے باہم ملاپ سے دماغ کو ابھارنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔اس لئے عقیدہ تثلیث (ایک میں تین اور تین میں ایک خدا) کی عبادت کرنے والے کہتے ہیں ہاں یسوعؑ نے ایک ہونے کا دعویٰ کیا! لیکن ہمارا سوال ہے کہاں؟

پادری صاحب کھانے کی میز پر:

مجھے پادری موریس DD اور اُنکی اہلیہ کو گولڈن پیکاک ریسٹورنٹ میں لنچ پر لیجانے کا موقع ہاتھ آیا۔کھانے کی میز پر تبادلہِ خیالات کے دوران ایک موقع ایسا آیا کہ میں نے پادری صاحب سے پُوچھا کہ کہاں پر حضرت مسیحؑ نے اپنے اور خدا کے ایک ہونے کا دعویٰ کیا؟ اور بغیر کسی تحمل کے وہ بول اُٹھے ''میں اور باپ ایک ہیں''۔ جو اس بات کی طرف دلالت کرتی ہے کہ حضرت یسوعؑ ''اور خدا ایک ہیں۔یعنی یہاں پر حضرت یسوعؑ اپنے خدا ہونے کا دعویٰ کرر ہے ہیں۔

پادری صاحب نے جس آیت کا حوالہ دیا میں اُس سے اچھی طرح واقف تھا۔لیکن اس آیت کو سیاق وسباق سے ہٹا کر بے محل استعمال کیا گیا تھا۔اس کے وہ معنی نہیں نکلتے تھے جو کہ پادری صاحب اپنے دماغ میں چپکائے بیٹھے تھے۔اسی لئے میں نے اُن سے پُوچھا ''اس کا سیاق وسباق کیا ہے''؟

پادری صاحب کا سیاق وسباق پر چونکنا:

پادری صاحب کھانا چھوڑ کر مجھے گھورنے لگے۔میں نے کہا کیوں جناب کیا آپکو اس کا سیاق وسباق معلوم نہیں ہے۔دیکھئے جناب جس آیت کا آپ نے حوالہ دیا وہ تو تحریر یا متن ہے میں تو اسکے سیاق وسباق کے بارے میں

جاننا چاہتا ہوں یعنی وہ تحریر جو اس تحریر سے پہلے یا بعد میں آتی ہے۔ یہ تھے ایک انگریز (کنیڈین) پرے سی بائیٹیرن چرچ کے تنخواہ دار ملازم، علم الہایات کے ڈاکٹر اور ایسے لگ رہا تھا کہ میں ان کو انگریزی زبان سکھا رہا ہوں۔ یقیناً وہ اس کا سیاق وسباق جانتے تھے لیکن اپنے دوسرے ہم وطن لوگوں کی طرح انہوں نے اس کے کبھی وہ معنی سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی تھی کہ جن معنوں میں حضرت یسوعؑ نے انہیں بولا تھا۔ میری چالیس سالہ مسیحیوں کے ساتھ مناظرہ کی زندگی میں یہ آیت میری طرف کئی سو مرتبہ پھینکی گئی لیکن کبھی کسی ایک مسیحی عالم نے کوشش کر کے، خیال کر کے، اُس کے حقیقی معنوں کو سمجھنے کی کوشش کی ہو۔ وہ ہمیشہ اپنی بائبل کے اوراق پلٹنا شروع کر دیتے ہیں (خیر ڈاکٹر صاحب کے پاس کوئی کتاب نہ تھی)۔ جب کبھی بھی وہ کتاب اُٹھانے کے لئے لپکتے ہیں میں اُنکے قدم اُٹھانے سے پہلے ہی انہیں روک لیتا ہوں۔ مجھے اُمید ہے کہ یہ پڑھنے کے بعد بہت سے (Born Again) مسیحی اپنی اس خامی کو درست کرنے کی کوشش کریں گے۔ لیکن میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ میرے مسلمان بھائی اپنی زندگی میں کسی ایسے مسیحی سے ملیں گے جو اس آیت کے ساتھ اُسکا سیاق وسباق بھی دے سکے۔ (کیوں نہ آپ یوحنا کے باب 10 آیت 23 تا 36 کو زبانی یاد کر لیں۔ انہیں کسی کاغذ پر لکھ لیں اور اپنی جیب میں رکھ لیں یہاں تک کہ آپکو یاد ہو جائیں اسکے بغیر آپ یہ کام نہ کر پائیں گے)۔

سیاق وسباق کیا ہے؟

پادری صاحب جواب دینے سے قاصر تھے اور اس پر نامناسب یہ کہ اُنہوں نے مجھ سے کہا کیا آپ کو سیاق و سباق کا پتہ ہے؟ میں نے جواب دیا یقیناً تو یہ کیا ہے بتایئے ناں میرے فاضل دوست نے پوچھا۔ میں نے جواب میں کہا آپ نے جو حوالہ دیا ہے۔ یہ انجیل یوحنا کے باب 10 آیت نمبر 30 میں تحریر ہے۔ اور سیاق و سباق کو سمجھنے کے لئے ہمیں اس باب کی آیت نمبر 23 سے شروع کرنا پڑیگا۔ اور وہ یہ ہے۔

23 اور یسوع ہیکل کے اندر سلمانی برآمدہ میں ٹہل رہا تھا۔

یوحنا جو کوئی بھی تھا جس نے یہ کہانی تحریر کی تھی یہ بتانے سے قاصر ہے کہ کیوں حضرت یسوعؑ شیطانوں کو ترغیب دلانے کے لئے انکے درمیان مقدس میں داخل ہوئے۔ کیونکہ ہم یہودیوں سے یہ اُمید نہیں کرسکتے کہ وہ اس سنہری موقع کو جو اُنکے ہاتھ آیا تھا اُسے حضرت یسوعؑ سے دو دو ہاتھ کرے بغیر ضائع کرتے۔ شاید یہودیوں کو مقدس کے اندر کوڑے مارنے اور صرافوں کی میزیں اُلٹنے کی وجہ سے (یوحنا 2:15) اُنکی ہمت بڑھ چکی تھی اور اس لئے وہ اکیلے ہی ہیکل میں داخل ہوئے۔

24 ''پس یہودیوں نے اُسکے گرد جمع ہو کر اُس سے کہا تو کب تک ہمارے دل کو ڈانوا ڈول رکھے گا؟ اگر تو مسیح ہے تو ہم سے صاف کہہ دے''۔

وہ حضرت مسیحؑ کے گرد جمع ہوئے اور انگلیوں کو اُسکے چہرے کے سامنے اور ہاتھوں کو لہراتے ہوئے اُسے طیش دلانے کے انداز سے کہا کہ اُنہوں نے واضح طور پر اُنہیں ابھی تک نہیں بتایا کہ وہ مسیحؑ ہیں اور اُنکا یہ دعویٰ مبہم ہے نہ کہ غیر مبہم۔ وہ غصے میں آکر اُن پر حملہ کرنے یا اُنہیں زدوکوب کرنے کی تاک میں تھے۔ شکایت جو اُن سے تھی وہ یہ تھی کہ یہودی اُنکا طریقِہ تبلیغ پسند نہیں کرتے تھے۔ حضرت مسیحؑ کا یہودی علماء کو اس بات پر ملامت کرنا کہ وہ رسمیت پر تو زیادہ زور دیتے ہیں جبکہ الفاظ کی رُوح کو نظر انداز کر دیتے ہیں اُنہیں سخت ناپسند تھا۔ لیکن حضرت مسیحؑ اُس وقت اُنکے غصے کو مزید اُبھارنے کے متحمل نہیں ہو سکتے تھے کیونکہ وہ تعداد میں زیادہ ہونے کے ساتھ ساتھ لڑائی کے لئے بھی آمادہ نظر آتے تھے۔ بہادری کا سب سے بہتر پہلو دور اندیشی ہے موقع کی مناسبت سے وہ مصلحت سے کام لیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

25 یسوعؑ نے انہیں جواب دیا کہ میں نے تُم سے کہہ دیا مگر تم یقین نہیں کرتے۔ جو کام میں اپنے باپ کے نام سے کرتا ہوں وہی میرے گواہ ہیں۔

26 لیکن تم اس لئے یقین نہیں کرتے کہ میری بھیڑوں میں سے نہیں ہو۔ حضرت مسیحؑ اُن کے اس دعویٰ کی کہ انہوں نے انہیں واضح طور پر نہیں بتایا کہ وہ ہی مسایا ہیں جسکے وہ منتظر تھے تردید کرتے ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ اُنہوں نے اُنہیں واضح طور پر بتا دیا ہے لیکن وہ ہیں کہ سُنتے ہی نہیں۔ لیکن

27 میری بھیڑیں میری آواز سنتی ہیں اور میں اُنہیں جانتا ہوں اور وہ میرے پیچھے پیچھے چلتی ہیں۔

28 اور میں اُنہیں ہمیشہ کی زندگی بخشتا ہوں اور وہ ابد تک کبھی ہلاک نہ ہونگی اور کوئی انہیں میرے ہاتھ سے نہ چھین لے گا۔

29 میرا باپ جس نے مجھے وہ دی ہیں سب سے بڑا ہے اور کوئی اُنہیں باپ کے ہاتھ سے نہیں چھین سکتا۔

ایسا اندھا کون ہوسکتا ہے جو آخری دو آیات کی آپس میں مطابقت کو نہ دیکھ سکتا ہو لیکن رُوحانی اندھوں کو سمجھانا کسی جسمانی نقص والے کے سمجھانے سے زیادہ مشکل ہوتا ہے۔ وہ یہودیوں اور اُنکے بعد میں آنے والوں کے لئے اپنے اور اللہ تعالی کے درمیان اس خاص تعلق کی وضاحت کر رہے ہیں اور سب سے دوٹوک الفاظ اور فیصلہ کن آیت ہے۔

30 میں اور باپ ایک ہیں:

ایک کسی چیز میں؟ عالم کُل ہونے میں؟ قدرت میں؟ یا قادرِ مطلق ہونے میں؟ نہیں ایک مقصد میں! جب کوئی ماننے والا ایمان قبول کر لیتا ہے تو پیغمبر اُسے دیکھتا ہے کہ وہ ایماندار ہی رہے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ اُسے دیکھتا ہے کہ وہ صاحب ایمان رہے اور یہی منشا ہے باپ کی، بیٹے کی اور

رُوح القدس کی اور ہر ایماندار مرد اور ہر ایماندار عورت کی۔ آیئے کہ اسکی وضاحت یوحنا عارف کی الفاظ ہی سے کریں " تا کہ وہ سب ایک ہوں یعنی جس طرح اے باپ! تُو مجھ میں ہے اور میں تجھ میں ہوں وہ بھی ہم میں ہوں۔۔۔۔

میں اُن میں اور تُو مجھ میں تا کہ وہ کامل ہو کر ایک ہو جائیں۔۔۔۔(یوحنا 17:21 تا 23) اگر مسیحؑ خدا کے ساتھ ایک ہے اور یہ ایک ہونا دلالت ہے اسکی کہ وہ خدا ہے تو پھر غدار یہودہ، شکی تھامس اور شیطان پطرس (متی 16:23) اور نو اور جو حضرت مسیحؑ کو اُنکی زندگی کے سخت ترین لمحات میں چھوڑ کر بھاگ گئے خدا ہیں۔ کیونکہ ایک ہوں جسکا اُنہوں نے یوحنا (10:30) میں دعویٰ کیا تھا اور وہی ایک ہونا اب اُن سب کے لئے جو اُسے انتہائی نازک حالات میں " اس پر سب شاگرد اُسے چھوڑ کر بھاگ گئے (مرقس 14:50) اے کم اعتقادو (متی 8:26) بے اعتقاد و اور کجرو قوم (لوقا 9:41) کے لئے بھی کہا۔ کب اور کہاں عیسائیوں کے کافرانہ کلمات کا اختتام ہوگا۔ یہ جملہ میں اور خدا ایک ہیں انتہائی معصوم (بےضرر) جملہ ہے جسکا مطلب ہے میں اور میرا خدا مقصد کے لحاظ سے ایک ہیں یعنی ہم دونوں کا مقصد ایک ہے۔ لیکن یہودی تو اُن کو نقصان پہنچانے کے درپے تھے اس لئے کسی قسم کا کوئی عذر بھی قابل قبول نہ تھا۔ اسلئے

31 یہودیوں نے اُسے سنگسار کرنے کے لئے پھر پتھر اُٹھائے۔

32 یسوعؑ نے اُنہیں جوابدیا کہ میں نے تم کو باپ کی طرف سے بہتیرے اچھے کام دکھائے ہیں۔ اُن میں سے کس کام کے سبب سے مجھے سنگسار کرتے ہو؟

33 یہودیوں نے اُسے جواب دیا کہ اچھے کام کے سبب سے نہیں بلکہ کفر کے سبب سے تجھے سنگسار کرتے ہیں اور اسلئے کہ تو آدمی ہو کر اپنے آپ کو خدا بناتا ہے۔

آیت نمبر 24 میں یہودیوں نے حضرت مسیحؑ پر جھوٹا الزام لگایا تھا کہ وہ مبہم باتیں کرتے ہیں۔
جب اُس کی اُنہوں نے احسن طریقہ سے تردید کردی تو یہودیوں نے اُن پر کلمہ کفر کا الزام لگایا جو
کہ روحانیت میں غداری کے مترادف ہے۔تو اُنہوں نے کہا کہ مسیحؑ اپنے تئیں خدا کہتا ہے۔ ''میں
اور باپ ایک ہیں'' مسیحی یہودیوں کے ساتھ اس بات میں اتفاق کرتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ نے
اپنے خدا ہونے کا دعویٰ کیا۔لیکن اُن میں اور یہودیوں میں فرق یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں ایسا کرنا کفر
نہیں ہے۔کیونکہ وہ خدا ہے اور الوہیت کے دعویٰ کے سزاوار تھے۔یہودی اور عیسائیوں کا اس پر
اتفاق ہے کہ وہ اس دعویٰ میں سنجیدہ تھے۔عیسائیوں کے لئے اُنکے عقیدہ کفارہ کی وجہ سے اور
یہودیوں کے لئے اس لئے کہ حضرت مسیحؑ سے چھٹکارا حاصل کریں۔ان دونوں میں بیچارے مسیحؑ
کو مرنا تھا۔لیکن مسیحؑ اس بُرے کھیل میں شامل ہونے سے انکار کرتے ہیں اور

34 یسوعؑ نے اُنہیں جواب دیا کیا تمہاری شریعت میں یہ نہیں لکھا کہ میں نے کہا تم خدا ہو؟

35 جبکہ اُس نے انہیں خدا کہا جنکے پاس خدا کا کلام آیا (اور کتاب مقدس کا باطل ہونا ممکن نہیں)

36 آیا تم اُس شخص سے جسے باپ نے مقدس کر کے دنیا میں بھیجا ہے کہتے ہو کہ تُو کفر بکتا ہے اس لئے
کہ میں نے کہا کہ میں خدا کا بیٹا ہوں؟

کیوں ''تمہاری شریعت''

آیت نمبر 34 میں حضرت مسیحؑ ذرا طنزیہ الفاظ استعمال کرتے ہیں لیکن ہر موقع پر وہ یہ الفاظ ''تمہاری شریعت''
کیوں استعمال کرتے ہیں؟ کیا یہ اُنکی شریعت نہیں ہے؟ کیا انہوں نے یہ نہیں فرمایا تھا۔ یہ نہ سمجھو کہ میں توریت
یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔(قانون) منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ کیونکہ
میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ،[7] توریت سے ہرگز نہ

ٹلے گا جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے۔ (متی 5:17-18)

تُم الٰہ ہو:

وہ یقیناً زبور کے 82 مزمور کی آیت نمبر 6 سے حوالہ دے رہے تھے "میں نے کہا تھا کہ تم الٰہ ہو اور تم سب حق تعالٰی کے فرزند ہو"

حضرت مسیحؑ اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہتے ہیں "وہ (یعنی خُدا) اُنہیں الٰہ کہتا ہے" جنکے پاس اللہ تعالٰی کا کلام آیا (یعنی خدا کے پیغمبروں کو الٰہ کہا گیا) اور اس سے کتاب مقدس باطل قرار نہ پائی (یا بہ الفاظِ دیگر تم میری باتوں کی تردید نہیں کر سکتے)۔ حضرت مسیحؑ کتاب مقدس جانتے ہوئے اور پورے وثوق سے بولتے ہوئے اپنے دشمنوں سے اس بات پر بحث کرتے ہیں۔ اگر نیک آدمی، پاک آدمی یا ہمارے کسی پیغمبر کو ہماری مقدس کتاب الٰہ کہا ہے اور اس میں آپ کو کوئی نقصان نظر نہیں آتا (یعنی کوئی فرق نہیں پڑتا) تو پھر میری اس بات پر تمہاری یہ اسقدر مخالفت کیسی مجھ سے یہ امتیازی سلوک کیوں؟ اور میرا دعوٰی تو اُسے سے کہیں کم ہے۔ میں نے تو اپنے تئیں "خدا کا بیٹا" ہونے کا دعوٰی کرتا ہوں جبکہ دوسروں کو تو خدا نے الٰہ کہا ہے۔ اور اگر میں اپنے تئیں خدا بھی کہوں تو پھر بھی بمطابق عبرانی روزمرہ محاورہ آپ اس کلام میں کسی قسم کی غلطی نہیں نکال سکتے۔ میں مسیحیوں کی کتاب کو انہی معنوں میں پڑھ رہا ہوں جو اُنکے نکلتے ہیں۔ میں اپنی طرف سے اسکی کوئی توضیع یا کوئی پوشیدہ معنی وغیرہ نہیں پیش کر رہا ہوں۔

7: شوشہ کیلئے عبرانی لفظ yod استعمال ہوا ہے جس کا مطلب ہی عبرانی حروف تہجی میں سب سے چھوٹا ترین لفظ ہے۔

باب:۷ بائبل میں ''ابتدا'' کا تصور

''کہاں پر حضرت مسیحؑ نے کہا ہے'' میں خدا ہوں'' یا میں خدا کے برابر یا ہمسر ہوں'' یا ''میری عبادت کرو؟''
میں نے کنیڈین ڈاکٹر علوم الہایات سے دوبارہ سوال کیا۔
پادری مورس صاحب لمبی سانس لی اور دوبارہ ایک کوشش کرنے کے لئے تیار ہوئے۔اُنہوں نے انتہائی زیادہ دہرائی جانے والی آیت (یوحنا 1:1) کا مسیح بائیبل سے حوالہ دیا (یہ میری زندگی کا انتہائی عجیب تجربہ ہے کہ کسی مسیحی نے اپنی بات ثابت کرنے کے لیے سب سے پہلے حکم کا کبھی بھی حوالہ نہیں دیا)
''ابتداء میں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام خدا تھا''۔
برائے مہربانی نوٹ فرمالیں کہ یہ حضرت مسیحؑ کے الفاظ نہیں ہیں۔یہ یوحنا (یا جس کسی نے بھی انہیں لکھا ہو کے الفاظ ہیں۔اور بائیبل کے مسیحی علماء اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ یہ ایک یہودی فیلو (جو کہ اسکندریہ کا رہنے والا تھا) کے الفاظ ہیں۔یہ کہ اُسنے ان الفاظ کو یوحنا اور حضرت مسیحؑ کی پیدائش سے پہلے تحریر کیا تھا۔اور یہ کہ فیلو نے ان کے الہامی ہونے کا کبھی کوئی دعویٰ نہیں کیا تھا۔جو فرضی معنی بھی فیلو نے اسکے گرد بُنے ہوں (اور جسے ہمارے یوحنا نے اُس سے چُرا کرا اپنے بنا کر ہم تک پہنچائے۔مزید معلومات کے لئے ملاحظہ کریں کیا بائیبل خدا کا کلام ہے؟) ہمیں انکے وہ معنی لینے پڑیں گے جو اِن کے نکلتے ہیں۔

یونانی نہ کہ عبرانی:

چونکہ عہد نامہ جدید کے 27 قدیمی نسخے یونانی زبان میں ہیں۔ہر ایک مسیحی فرقے نے اپنے انداز سے اسکا ترجمہ پیش کیا ہے اور یہاں تک کہ اُنہوں نے ان 27 کتابوں کا نام بدل کر "Christian Greek Scripture" یعنی مسیحی یونانی صحیفے یا نوشتے رکھ دیا ہے۔

میں نے پادری صاحب سے دریافت کیا ''کیا آپکو یونانی زبان آتی ہے''۔ جی ہاں'' وہ بولے''۔ تحصیل علم سے پہلے وہ پانچ برس تک یونانی زبان پڑھ چکے تھے۔ میں اُن سے پُوچھا آپ نے جس آیت کا حوالہ دیا (یعنی ''اور کلام خدا کے ساتھ تھا'') اُس میں پہلی مرتبہ جب خدا استعمال ہوا اُس کے لئے یونانی زبان میں کونسا لفظ استعمال ہوا تھا۔ وہ مجھے گھورتے رہے لیکن کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے جواب دیا کہ اس کے لئے یونانی زبان میں جولفظ استعمال ہوا تھا وہ ہے ہوتھیوز (HOTHEOS) جس کے معنی ہیں ''خدا"(THE GOD)"۔ چونکہ یورپی (بشمول شمالی امریکی) اقوام نے ایک ایسا سسٹم وضع کیا ہے جس میں وہ خاص ناموں (اسم معرفہ) کو بڑے حروف تہجی سے اور عام ناموں (اسم نکرہ) کو چھوٹے حروف تہجی سے شروع کرتے ہیں۔ اسلئے اس آیت میں خدا کے لئے ہم لفظ (God) چونکہ بڑے G سے شروع ہوتا ہے اُسکو قبول کر لیتے ہیں۔ بالفاظِ دیگر ہوتھیوز کا معنی ہوگا (The god) اور جس سے بنے گا (God)۔ آپ مجھے بتائیں کہ اس آیت کے دوسرے حصے ''اور کلام خدا تھا'' میں لفظ خدا کے لئے یونانی کتب میں کیا تھا؟ پادری صاحب اب بھی چپ تھے۔ یہ نہ کہ وہ یونانی نہ جانتے تھے یا اُنہوں نے جھوٹ بولا تھا کہ وہ یونانی زبان جانتے ہیں۔ بلکہ وہ کچھ اس سے زیادہ ہی جانتے تھے۔ کھیل ختم ہو چکا تھا۔ میں نے اُنہیں بتایا کہ یہاں لفظ ٹونتھیوز (THONTHEOS) استعمال ہوا ہے۔ جس کا مطلب ہے (a god) یعنی دیوتا۔ آپ کا سسٹم جو آپ ہی وضع کیا ہے اور جس کا ذکر میں نے اوپر کیا ہے اُس کے مطابق اس مرتبہ آپکو چھوٹا ''g'' لکھنا چاہیے تھا نہ کہ ''God'' بڑے G کے ساتھ۔ بالفاظ دیگر ٹونتھیوز سے بنتا ہے ''a god'' یا god دونوں صحیح ہیں (یعنی دیوتا صفت)9

---

9 : دیکھئے کیسا سبک کھیل مسیح علماء Small(g) اور Capital (G) سے کھیلتے ہیں۔ جب وہ لفظ God کہتے ہیں اور اسم میں بھی خدا کے لئے وہ چھوٹا h اور حضرت مسیح کے لئے بڑا H استعمال کرتے ہیں۔ عبرانی اور یونانی زبانوں میں کوئی بڑا چھوٹا لفظ نہیں ہے۔

میں نے پادری صاحب سے کہا ''لیکن 2 کرنتھیوں 4:4 میں آپ نے ترجمہ کرتے وقت بے ایمانی سے کام لیتے ہوئے جو سسٹم آپ نے خود وضع کیا تھا۔ اُس کو پھر سے اُلٹ دیا اور God کے سپیلنگ چھوٹے g سے شروع کیے جبکہ اس آیت کیلیے یونانی میں لفظ ہوتھیوز استعمال ہوا تھا وہ لفظ جو یوحنا کی آیت 1:1 میں استعمال ہوا تھا آیت ہے۔

The god of this world (The devil is) (یعنی اس جہاں کے خدا نے۔۔۔۔۔) آپ تراجم کرتے ہوئے ایسے کھیل کیوں کھیلتے ہیں؟ اور ایک ہی جیسے اُصولوں پر کیوں کاربند نہیں رہتے۔ جب پولوس نے الہامی (؟) طور پر لفظ ہوتھیوز شیطان کیلیئے لکھا۔ آپ اُس کو بڑے G سے لکھنے میں کیوں بغض سے کام لے رہے ہیں آپکو اُس سے یہ حسد کیوں؟ اسی طرح عہدنامہ عتیق کی کتاب خروج کے باب 7 کی آیت نمبرا میں جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے کہا "I have made th:ee the god to pharaoh"

ترجمہ۔۔۔۔۔۔''دیکھ میں تجھے فرعون کیلیئے گویا خُدا ٹھہرایا''

آپ نے موسیٰ کیلیئے لفظ خدا بڑے G کیساتھ God کیون نہ لکھا؟ جیسا کہ آپ نے یوحنا 1:1 میں صرف کلام کیلیئے G سے لفظ God لکھا تھا۔

آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ آپ اللہ تعالیٰ کے کلام سے ایسے کھیل کیوں کھیلتے ہیں؟ میں نے پادری صاحب سے پُوچھا۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ میں نے ایسا نہیں کیا۔ میں جانتا ہوں میں نے جواب دیا۔ لیکں میں تو مسیحیوں کے اُن پوشیدہ اغراض و مقاصد کی بات کرتا ہوں جس میں وہ اس بات پر تُلے ہوئے نظر آتے ہیں کہ کسی طرح حضرت مسیحؑ کو معبود کا درجہ دیں تا کہ بے خبر عوام کو دھوکہ دیا جا سکے۔ چاہے اُسکے لئے اس قسم کے کھیل جس میں چھوٹا لفظ یہاں اور بڑا لفظ وہاں ہی استعمال کیوں نہ کرنا پڑے۔ اور عوام جو کہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہر لفظ، ہر قامہ، چھوٹا لفظ اور بڑا لفظ اللہ تعالیٰ کی طرف سے املا کرایا گیا ہے۔ یعنی الہامی ہے۔

باب:۸ متفرق موضوعات

کسی کے لئے اس چھوٹے سے کتابچے میں حضرت مسیحؑ کے متعلق اُن تمام باتوں کا احاطہ کرنا ناممکن ہے جو قرآن کی پندرہ سورتوں پر محیط ہے۔ جو کچھ ہم کر سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ آیئے ایک مرتبہ پھر اُس فہرست مضامین پر نظر ڈالیں جو میں نے اس کتابچے کے شروع میں قرآن سے دی تھی۔ ان میں سے ہمیں تین ایسے موضوعات ملیں گے جس پر ہم نے ابھی تک کوئی بات نہیں کی۔

(۱)	مصلوب نہیں ہوئے	157.iv
(۲)	پیغام اور معجزے	33-30 xix , 113 v
(۳)	پیشگوئی احمد	lxi (محمدؐ کا دوسرا نام احمد بھی ہے)

پہلے موضوع پر میں نے ایک کتاب ?Was Christ Crucified کے نام سے کوئی 20 سال پہلے لکھی تھی۔ یہ ابھی تو آوٹ آف پرنٹ ہے دوسرا یہ کہ ان 20 سالوں میں اتنا کچھ ہو چکا ہے کہ اس میں ردو بدل بھی کرنا مانگتا ہے۔

جب میں یہ کتاب لکھ چکوں(?WAS CHRIST CRUCIFIED) تو تیسرے موضوع پر "Muhammad the Natural Successor to Christ" کے نام سے ایک کتاب لکھنا چاہتا ہوں۔ انشاءاللہ میں ان دونوں پراجیکٹس کو جلد از جلد پورا کرنے کی کوشش کرونگا۔

نجات کا راستہ:

اب ہمارے پاس رہ جاتا ہے موضوع نمبر 2 یعنی پیغام اور معجزے۔ حضرت مسیحؑ کا پیغام اپنے سے پہلے گزرے

ہوئے پیغمبروں اور بعد میں آنے والے حضرت محمدؐ کی طرح سیدھا سادہ ہے۔یعنی خدا کو ماننا اور شریعت کے احکامات کی پابندی۔ کیونکہ خدا جس نے تمام پیغمبروں پر وحی نازل کی با اُصول اور اسکے قانون لاتبدل ہیں۔ کیونکہ خدا ابتری کا نہیں ۔۔۔(1 کرنتھیوں 33:14)۔

شریعت کا پابند ایک یہودی مسیحؑ سے نجات کے بارے میں معلوم کرتا ہے۔تا کہ ہمیشہ کی زندگی پائے۔اور جواب باالفاظ متی یہ ہیں۔

''اور دیکھو ایک شخص نے پاس آ کر کہا اے اُستاد میں کونسی نیکی کروں کہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں؟''

''اُس نے اُس سے کہا تُو مجھ سے نیکی کی بابت کیوں پوچھتا ہے؟ نیک تو ایک ہی ہے
لیکن اگر تو زندگی میں داخل ہونا چاہتا ہے تو حکموں پر عمل کر''۔ (متی 16:19 تا 17)

آپ میری اس بات سے اتفاق کرینگے کہ اگر میں اور آپ یہودی ہوتے تو ہم حضرت مسیحؑ کی ان باتوں سے یہ نتیجہ اخذ کرتے کہ نجات کی گارنٹی صرف اس میں ہے کہ شریعت کے احکامات کی پابندی کی جائے نہ کہ کسی بے گناہ کے خُون بہائے جانے میں۔حضرت مسیحؑ یہ جانتے ہوئے بھی کہ اُنکی انسان کے بنیادی گناہ کے نجات؟ کیلئے کفارہ کی قربانی کا وقت اب سے زیادہ دور نہیں وہ باہوش وحواس و بارغبت ورضا نجات کیلئے شریعت کے احکامات کی پابندی کو لازمی قرار دے رہے ہیں۔

حضرت مسیحؑ کیوں وہ ناممکن راہ (مسیحیوں کا عقیدہ ہے کہ نجات شرعی احکامات کی پابندی سے نہیں حضرت مسیحؑ کی صلیبی موت برائے کفارہ پر ایمان لانے سے ہوتی ہے) یعنی احکامات شریعت کی پابندی قرار دے رہے ہیں جبکہ آسان نجات (صلیبی موت برائے کفارہ) صاف سامنے دکھائی دے رہی ہے۔یا انہیں معلوم نہ تھا کہ اُنکے ساتھ کیا ہونے والا تھا۔یعنی انہیں مصلوب کیا جانا تھا؟ کیا باپ (خدا) اور بیٹے (مسیحؑ) کے درمیان پہلے سے کوئی قرارداد موجود نہ تھی کہ اُنکا خون کفارہ کے طور پر بہایا جائیگا (؟) کیا انکا حافظہ جواب دے چکا تھا؟

نہیں۔ایسی کوئی بھوت پریت یا پریوں کہانیوں جیسی کوئی قرارداد جہاں تک کہ حضرت مسیحؑ کا تعلق تھا موجود نہ تھی۔وہ یہ جانتے تھے کہ خدا تک پہنچنے کا صرف ایک راستہ ہے۔اور وہ یہ ہے کہ شرعی احکامات کی پابندی کی جائے۔

معجزے کیا ثابت کرتے ہیں:

قرآن حضرت مسیحؑ کے معجزوں کے متعلق بائبل کی طرح زیادہ وضاحت میں نہیں جاتا مثلاً اندھے بارتمیس یالعزر کا معجزہ وغیرہ۔ماسوائے اسکے کہ حضرت مسیحؑ گود ہی سے اپنی ماں کے دفاع میں گویائی کی۔مسلمانوں کو اُنکے تمام حیران کر دینے والے معجزوں یہاں تک کہ مُردوں کو زندہ کرنے والے معجزوں کو بھی ماننے میں کوئی دقت یا عار نہیں ہے۔لیکن یہ معجزات اُنہیں خدا یا خدا کا جنا ہوا بیٹا بنا نہیں دیتے جیسے کہ مسیحی اُنہیں سمجھتے ہیں۔

معجزے کسی آدمی کا پیغمبر ہونا یا نہ ہونا بھی نہیں ثابت کر سکتے اور نہ ہی کسی شخص کا سچا یا جھوٹا ہونا ثابت کرتے ہیں۔حضرت مسیحؑ نے خود فرمایا ہے۔

''کیونکہ جھوٹے مسیحؑ اور جھوٹے نبی اُٹھ کھڑے ہونگے اور ایسے بڑے نشان اور عجیب کام دکھائیں گے کہ اگر ممکن ہو تو برگزیدہ کو بھی گمراہ کر لیں۔ (متی 24:24)

اگر جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی ایسے بڑے بڑے معجزے اور عجیب کام دکھا سکتے ہیں تو پھر یہ عجیب کام اور معجزے اس بات کو بھی ثابت نہیں کر سکتے کہ وہ جھوٹے تھے یا سچے۔

یوحنا بپتسمہ دینے والے بقول حضرت مسیحؑ بنی اسرائیل کے تمام پیغمبروں (موسیٰؑ ، داوٴدؑ ،سلیمانؑ ،یسعیاہؑ اور یہاں تک کہ خود حضرت یسوعؑ) میں سے بھی عظیم تھے۔حضرت مسیحؑ کے اپنے ہی الفاظ میں۔

''میں تم سے سچ کہتا ہوں جو عورتوں سے پیدا ہوئے ہیں اُن میں یوحنا بپتسمہ دینے والے سے بڑا کوئی نہیں۔ (متی 11:11)

(ا) حضرت مسیحؑ خود بھی اس مستثنی نہیں۔کیا وہ عورت مریم سے پیدا نہیں ہوئے تھے؟

(۲) یوحنا بپتسمہ دینے والا سب سے بڑا پھر بھی اُن سے ایک معجزہ بھی سرزد نہیں ہوا۔

معجزات سچائی یا جھوٹ کے معیار نہیں ہیں:

لیکن مسیحی اپنے بچگانہ ردیہ سے اس بات پر زور دے کر کہتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ خدا ہیں کیونکہ اُنہوں نے مردوں کو دوبارہ زندگی دی۔کیا اگر کسی اور نے مُردے کو دوبارہ زندگی دی ہو تو وہ بھی خدا ہوگا؟ یہ بات اُن کے لئے اُلجھن کا باعث ہے کیونکہ مسیحیوں نے اپنے دماغ کو اُن عظیم الشان معجزوں سے جو کہ حضرت مسیحؑ کے معجزوں سے بھی بڑے ہیں کی طرف جانے سے جان بوجھ کر روک دیا ہے اور جو خود انکی اپنی ہی مذہبی کتاب میں موجود ہیں۔مثلاً اُنکے اپنے ہی جھوٹے معیار کے مطابق۔

ا) حضرت موسیٰؑ حضرت مسیحؑ سے عظیم ہیں کیونکہ اُنہوں نے ایک مردہ چھڑی جو نباتات کا حصہ تھی سانپ (زندہ) بنا کر حیوانات کے گروپ میں بدل دیا۔ (خروج 10:7)

ب) حضرت الیشعؑ کا معجزہ حضرت مسیحؑ کے معجزوں سے عظیم ہے کیونکہ مُردہ شخص جس کو حضرت الیشع کی قبر میں ڈالا گیا۔وہ صرف حضرت الیشعؑ کی ہڈیوں سے ٹکرانے پر دوبارہ زندہ ہو کر اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا۔ (2۔سلاطین 21:13)

میں نے معجزات کی فہرست سے ثابت کیا لیکن بیماری جُوں کی تُوں ہی رہتی ہے۔اور کہنے لگتے ہیں یہ خدا کی قوت تھی جو ان پیغمبروں کے معجزات کے پیچھے کارفرما تھی۔لیکں حضرت مسیحؑ (چونکہ بقول مسیحیوں کے وہ خدا ہیں) اپنی طاقت سے اُن معجزات کا ظہور کر رہے تھے۔تو یہ تمام قوت حضرت مسیحؑ کو کہاں سے ملی تھی؟ یا اُنہوں نے کہاں سے حاصل کی تھی؟۔وہ اپنے ہی الفاظ میں ہمیں بتاتے ہیں۔

قوت اُنکی اپنی نہ تھی:

''اور کہا کہ آسماں اور زمیں کا کُل اختیار مجھے دے دیا گیا ہے۔'' (متی 18:28)

''میں خدا کے روح کی مدد سے بدروحوں کو نکالتا ہوں''۔ (متی 28:12)

''میں اپنے آپ سے کچھ نہیں کر سکتا''۔ (یوحنا 30:5)

''میں بدروحوں کو خدا کی قدرت سے نکالتا ہوں'' (لوقا 20:11)

مستعار لی گئی قوت:

جیسا کہ حضرت مسیحؑ فرما رہے ہیں کہ قوت میری نہیں ہے'' یہ مجھے دے دی گئی ہے'' کس نے دی؟ یقیناً خدا نے۔ ہر کام ہر لفظ کی نسبت حضرت مسیحؑ اللہ تعالیٰ ہی کو دیتے ہیں۔

لعزر:

اب تک حضرت مسیحؑ کے معجزے یعنی لعزر کو دوبارہ زندہ کرنے کے بارے میں اتنا کچھ کہ جا چکا ہے کہ ہمیں انجیل یوحنا میں درج شدہ اس واقعہ کا بھی تجزیہ کرنا پڑیگا۔ یہ بہت ہی حیران کُن بات ہے کسی بھی دوسری انجیل نے لعزر کے واقع کو کسی بھی سیاق و سباق میں ریکارڈ نہیں کیا ہے۔ تاہم لعزر کا واقعہ کچھ یوں ہے۔ لعزر بہت بیمار تھا اسکی بہن مریم اور مرتھا نے ایسے سخت حالات میں سودایوں کی طرح حضرت مسیحؑ کو آنے اور اُسکی بیماری کو رفع کرنے کے لئے پکارا لیکن وہ بہت ہی دیر سے پہنچے۔ دراصل اُسکے مرنے کا چار دن بعد۔

حضرت مسیحؑ آہ وزاری کرتے ہیں:

مریم حضرت مسیحؑ کے سامنے ماتم کر رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ اگر وہ وقت پر آجاتے تو شاید اُسکا بھائی نہ مرتا۔ یعنی جب حضرت مسیحؑ دوسرے لوگوں کے امراض کو دور کرتے ہیں تو اُسکے بھائی جو حضرت مسیحؑ کے عزیز دوست بھی

تھے اُسکے مرض کو کیونکر نہ دور کرتے۔ حضرت مسیحؑ نے اُس سے کہا۔" کیا میں نے تجھ سے کہا نہیں تھا کہ اگر تو ایمان لائیگی تو خدا کا جلال دیکھے گی؟ شرط یہ تھی کہ اُنکو ایمان لانا ہوگا۔ کیا اُنہوں نے نہیں کہا تھا کہ ایمان لانے سے پہاڑ بھی اپنی جگہ سے سرک سکتے ہیں؟ وہ اُن سے کہتے ہیں کہ اُسے قبر پر لے جائیں۔ راستے میں وہ رنجیدہ ہوئے۔ وہ بُڑ بُڑا نہیں رہے تھے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے صدق دل سے گڑگڑا رہے تھے۔ لیکن جب وہ اتنی تیز تیز سسکیاں لے رہے تھے تو ان کے اردگرد لوگوں کو اُن کے الفاظ سمجھ نہیں آ رہے تھے۔ اسی لئے لفظ آہ و زاری کرنا استعمال ہوا ہے۔ قبر پر پہنچنے پر وہ دوبارہ آہ زاری کرتے ہیں۔" اور دل میں نہایت رنجیدہ ہو کر قبر پر آئے (یہاں پر پھر لفظ Groan[10] استعمال ہوا ہے جس کا مطلب ہے آہ وزاری کرنا) شاید اس بار پہلے سے بھی زیادہ صدق دل سے۔ اور خدا نے اُنکی آہ زاری (دُعا) سُنی۔ حضرت مسیحؑ نے اللہ تعالیٰ سے اس کام کے سرانجام پانے کی ضمانت حاصل کی۔ اب حضرت مسیحؑ پتھر جو قبر کے دھانے کو بند کیے ہوئے تھا۔ اُسے کہہ سکتے تھے کہ ہٹ جاؤ تا کہ لعزر زندہ ہو کر باہر نکل سکے۔ اللہ تعالیٰ سے اس ضمانت پائے بغیر یہ کام حضرت مسیحؑ کو سرانجام دینا ممکن نہ تھا۔

غلط فہمی کا سدباب کرنا:

مریم بدبو کے بارے میں سوچ رہی تھی کیونکہ اُسکا بھائی چارون سے مرا تھا۔ لیکن حضرت مسیحؑ پُر اعتماد تھے اور پتھر ہٹا دیا گیا پھر وہ آسمان کی طرف آنکھیں اُٹھا کر دیکھتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

"اے باپ میں تیرا شکر کرتا ہوں کہ تو نے میری سن لی۔ اور مجھے تو معلوم تھا کہ تو ہمیشہ میری سُنتا ہے۔ مگر ان لوگوں کے باعث جو آس پاس کھڑے ہیں میں نے کہا تا کہ وہ ایمان لائیں کہ تو ہی

10: انگریزی بائبل میں یوحنا 33:11 میں (He groand in the spirit and was troubled) استعمال ہوا ہے۔ جسکا مطلب ہے اُس نے آہ وزاری کی، خفا ہوا یا رنجیدہ ہوا۔

نے مجھے بھیجا ہے''۔ (یوحنا 11:41-42)

یہ سب کیا ہے؟ ناٹک، ایکٹنگ؟ یہ سب ڈرامہ کیوں؟ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ وہ توہم پرست خوش اعتقاد لوگ اصل منبع کے بارے میں غلط سمجھتے ہوئے انہیں خدا بنا بیٹھیں گے۔ اس غلطی کے امکان کو بالکل ہی ختم کرنے کے لئے وہ ایک بار دوبارہ اُونچی آواز سے آہ وزاری کرتے ہیں۔ دراصل اس آہ زاری کا اصل مطلب خدائے عظیم الشان سے امداد کے لئے دُعا تھی۔

یہ آہ وزاری قریب کھڑے لوگوں کے لئے ناقابل فہم تھی لیکن تمام جہانوں کے رب نے اُسے قبول کیا۔

''تُو نے میری سُن لی''

نیز اُسکے اوپر یہ بھی فرماتے ہیں۔''تُو ہمیشہ میری سُنتا ہے''۔ بالفاظِ دیگر ہر وہ معجزہ جو اُنکے ہاتھوں وقوع پذیر ہوا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُنکی دعاؤں کی قبولیت کا ہی مرہونِ منت تھا۔ اُس وقت کے یہودیوں نے اُنکی اس بات کو اچھی طرح سمجھا اور لگے خدا کی تمجید کرنے جیسا کہ متی ہمیں اُنکی اس بات کو (یہودیوں کے سمجھنے کو) ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

''لوگ یہ دیکھ کر ڈر گئے اور خدا کی تمجید کرنے لگے جس نے آدمیوں کا ایسا اختیار بخشا''۔ (متی 9:8)

درحقیقت اسی لئے حضرت مسیحؑ نے اپنی اُونچی آواز میں بولنے کی وجہ کو ان الفاظ میں بیان کیا۔''تاکہ وہ ایمان لائیں کہ تو ہی نے مجھے بھیجا ہے''۔ اور جس کو پیغام دے کر بھیجا جاتا ہے اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا ہوا ہو تو اُسے رسول کہتے ہیں۔ دیکھئے صفحہ نمبر (5) جہاں پر حضرت مسیحؑ کو رسول اللہ کہہ کر پکارا گیا ہے یعنی اللہ کا رسول۔

لیکن افسوس اس غلطی فہمی سے بچنے کے لئے حضرت مسیحؑ کی تمام تر کوششیں کہ معجزات کا حقیقی ظہور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے اور میں تو رسول اللہ ہوں ناکام ہوگئیں۔ عیسائی حضرت مسیحؑ کے منہ سے واضح تردید کو نہیں مانیں

گے اور نہ پطرس (چٹان جس کے اوپر حضرت مسیحؑ کلیساء تعمیر کرنا چاہتے تھے) کی شہادت ہی کو مانیں گے۔

مقدس پطرس ایمانداری سے ان الفاظ میں شہادت دیتے ہیں۔

''اے اسرائیلو! یہ باتیں سنو کہ یسوعؑ ناصری ایک شخص تھا جس کا خدا کی طرف سے ہونا تم پر اُن معجزوں اور عجیب کاموں اور نشانوں سے ثابت ہوا۔ (اعمال 22:2)

حالات مایوس کُن نہیں:

یہ پیغام قرآن میں حضرت مسیحؑ کی ولادت کی خوشخبری کے بعد اللہ عظیم الشان نے دہرایا۔قرآن کی سورہ 3 کی آیت 49 میں اللہ تعالیٰ اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ جو کوئی معجزہ یا عجیب وغریب کام حضرت مسیحؑ نے کئے وہ باذن اللہ (یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم سے کئے) تھے۔حضرت مسیحؑ یہ کہہ رہے ہیں اور مقدس پطرس بھی یہی فرمارہے ہیں لیکن ہٹ دھرم اور خوش اعتقاد اس کو نہیں سنیں گے۔تعصب،خوش اعتقادی اور توہم پرستی بڑی مشکل سے نکلتی ہے۔ہمارا کام صرف اتنا ہے کہ پیغام با آواز بلند اور واضح طور پر پہنچادیں اور باقی اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیں۔ کیونکہ کیفیت یا حالات مایوس کُن نہیں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی ہمیں قرآن کریم میں بتاتے ہیں۔

مِنۡهُمُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَ اَكۡثَرُهُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ۝ کچھ تو اُن میں سے ہیں ایمان پر اور اکثر اُن میں نافرمان ہیں۔ (القرآن 110:3)

اُن میں (یعنی عیسائیوں اور یہودیوں میں) دو قسم کے لوگ ہیں ایک تو اُن میں سے ایماندار ہیں اور انہی کو یہ کتاب مخاطب کررہی ہے۔اور دوسرا گروہ سرکش اور حد سے گزر جانے والا ہے۔ہمیں اُن تک پہنچنے کے راستے اور طریقے ڈھونڈنے ہونگے۔ہمارا علمی ذخیرہ واضح،موزوں اور اس میں اُن سب کے لئے تعلیم کا انتظام موجود ہے۔اس کو پڑھنے کے بعد اپنے غیر مسلم دوست کو دیدیں یا پہنچائیں۔

قرآن کھول کا اپنی مسیحی دوست کو ان آیات سے آشنا کرائیں جو اس کتاب میں دی گئیں ہیں۔

آخر میں ہم ایمانداری سے اسکا اختتام اسطرح کر سکتے ہے۔

''یہ ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا سچی بات جس میں لوگ جھگڑتے ہیں''

اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ رکھے اولاد وہ پاک ذات جب ٹھہرالیتا ہے کسی کام کا کرنا سو یہی کہتا ہے اُس کو کہ ہو وہ ہو جاتا ہے۔

اور کہا بیشک اللہ ہے رب میرا اور رب تمہارا سو اُسکی بندگی کرو یہ ہے راہ سیدھی۔

(القرآن19:34-36)

شیخ احمد دیدات

شیخ احمد دیدات عالم اسلام کی ایک مایہ ناز دینی شخصیت ہیں، جنہوں نے اپنی تمام تر توجہ مسیحی دنیا کو اسلام کی حقانیت، حضرت عیسیٰ کے بارے میں قرآنی تعلیمات اور عیسائی مبلغوں کے حضرت عیسیٰ کے بارے میں بے بنیاد عقائد کو نہایت مدلل اور منطقی انداز میں واضح کرنے پر مرکوز کی، اور ساتھ ہی ان کی عالمی سطح پر نشر و اشاعت کا بھی اہتمام کیا۔

انہوں نے دنیا کے مختلف حصوں کے تبلیغی دورے کئے، جہاں پر انہوں نے اسلام اور عیسائیت کے موضوعات پر تقاریر کے علاوہ نامور عیسائی مبلغین سے مناظرے بھی کئے، جن میں ریاستہائے متحدہ امریکہ میں جمی سویگرٹ سے مناظرے نے عالمی شہرت حاصل کی۔ ان کی کئی تقاریر آڈیو اور ویڈیو کیسٹ اور سی ڈی کی شکل میں، صاحب نظر افراد کیلئے ہدایت کا باعث بن رہی ہیں۔

ان کی کاوشوں کی بدولت نہ صرف ہزاروں مسیحی اسلام کی طرف راغب ہوئے بلکہ لاکھوں مسیحی برادران کو حضرت عیسیٰ کے بارے میں اسلامی تعلیمات سے آگاہی بھی حاصل ہوئی۔ انھوں نے اسلامک پروپیگیشن سنٹر کے نام سے جنوبی افریقہ میں ایک دعوتی ادارہ قائم کیا۔ انہوں نے اسلام، عیسائیت اور حضرت عیسیٰ کے موضوعات پر ۲۰ سے زیادہ کتابیں بھی تحریر کیں، جو انسانیت کو راہ حق دکھانے کا باعث بن رہی ہیں۔ آپکی خدمات کے اعتراف میں ۱۹۸۶ء میں اُن کو شاہ فیصل ایوارڈ سے بھی نوازا گیا۔

شیخ احمد دیدات، جنکا پورا نام احمد حسین دیدات ہے ۱۹۱۸ء میں بھارت کے ضلع سورت میں پیدا ہوئے نو سال کی عمر میں اپنے والد کیساتھ تلاش معاش کے سلسلے میں جنوبی افریقہ منتقل ہوئے اور پھر وہیں کے ہو رہے۔